التحقیق الحسن
فی تائید
آثار السنن
مؤلفہ
حافظ ظہور احمد الحسینی

علامہ ظہیر احسن شوق نیموی رحمہ اللہ کی کتاب ''آثار السنن'' پر
زبیر علی زئی غیر مقلد کے الزامات کے مسکت اور مدلّل جوابات

اَلتَّحۡقِیۡقُ الۡحَسَنۡ فِیۡ تَائِیۡدِ آثَارِ السُّنَنۡ

ظہور احمد الحسینی

ناشر

خانقاہ امدادیہ، مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام

محلّہ زاہد آباد، حضرو، اٹک، پاکستان

057-2311400, 0312-2311400

کتاب کا نام

علامہ ظہیر احسن شوق نیموی ؒ کی کتاب "آثار السنن" پر
زبیر علی زئی غیر مقلد کے الزامات کے مسکت اور مدلل جوابات
اَلتَّحْقِیْقُ الْحَسَنُ فِی تَائِیْدِ آثَارِ السُّنَنْ

مصنف

مولانا ظہور احمد الحسینی دامت برکاتہم

اشاعت

۱۴۳۵ھ/۲۰۱۴ء

صفحات ۱۴۴

قیمت

اہتمام

وی پرنٹ بک پروڈکشن، راولپنڈی
051-5814796

ناشر

خانقاہ امدادیہ، مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم اسلام
محلہ زاہد آباد، حضرو، اٹک، پاکستان
057-2311400, 0333-5187400

انتساب

احقر "آثار السنن" اور علامہ محمد ظہیر احسن شوق نیموی ؒ کی اس خدمت کو استاذنا المکرّم جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا عبدالرؤف شاہ ڈھیری نوّر اللّٰہُ مرقدہٗ وبرّد اللّٰہُ مضجعہٗ کے حضور ایصال ثواب کرتا ہے۔ حضرت الاستاذ ؒ کے درس کا یہ کمال تھا کہ اس میں شامل ہونے والے کا قلب اسلاف، اکابر کی محبت اور ان کی خدمات کی عظمتِ شان سے لبریز ہو جاتا تھا۔ احقر اس خدمت کو حضرت الاستاذ ؒ کی کفش برداری ہی کی برکت سمجھتا ہے۔

احقر
ظہور احمد الحسینی غفرلہٗ

فہرست

علامہ ظہیر احسن شوق نیموی رحمہ اللہ کی کتاب ”آثار السنن“ پر
زبیر علی زئی غیر مقلد کے الزامات کے مسکت اور مدلل جوابات

اَلتَّحْقِیْقُ الْحَسَنُ فِیْ تَائِیْدِ آثَارِ السُّنَنْ

عرضِ مؤلف

الحمدللہ و کفی وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفی۔ أما بعد:
مسلمانانِ عالم اس وقت نازک ترین دور سے گزر رہے ہیں۔ جنگ و جدل کے آتشیں شعلوں سے لے کر اندرونی خلفشار تک ہر مصیبت اور ہر فتنہ برسرِ پیکار ہے۔ ان حالات میں سخت ضرورت ہے کہ مسلم امہ کو اندرونی خلفشار اور بیرونی مسائل سے بچانے کے لیے انہیں امت واحدہ کا درس دیا جائے۔ امت کے بنیادی ورثہ قرآن، سنت اور فقہ کی عملی قوت انہیں تعلیم کی جائے اور اکابر اسلاف کی تعلیمات کی طرف ان کی راہنمائی کی جائے، مگر افسوس کہ بعض قوتیں ان حالات کا اندازہ لگائے بغیر اور ان حالات کے تقاضوں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے وحدتِ امت کو توڑتے ہوئے نظر آتی ہیں۔

حافظ محمد زبیر علی زئی پیرودی غیر مقلد کا قلم بھی اسلافِ امت سے بدگمان کرنے کی محنت پر ہی متحرک رہتا ہے۔ انہوں نے حال ہی میں عالمِ اسلام کی مشہور محسن شخصیت علامہ محمد ظہیر احسن شوق نیموی رحمہ اللہ کی کتاب ''آثار السنن'' پر نہایت سوقیانہ انداز سے تنقید کی۔ ''آثار السنن'' حدیث کی مشہور کتاب ہے جو تقریباً ایک صدی سے دینی مدارس کے نصاب کا اہم حصہ ہے۔ احقر نے کوشش کی ہے کہ ''آثار السنن'' پر زبیر علی زئی صاحب کے اعتراضات کی حقیقت واضح کر دی جائے۔ ابتداء میں برادرم مولانا نثار احمد الحسینی دامت برکاتہم کے قلم سے علامہ نیموی رحمہ اللہ کے حالات اور ان کی دینی علمی خدمات پر ایک اہم مضمون بھی شاملِ اشاعت ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس احقر کی اس خدمت کو اپنی ذات کے قرب کا وسیلہ بنائے اور احقر کے والدین، اساتذہ اور مشائخ کے رفعِ درجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

احقر

ظہور احمد الحسینی غفرلہ

علامہ محمد ظہیر احسن شوق نیموی رحمہ اللہ

علامہ ابو الخیر محمد ظہیر احسن شوق نیموی رحمہ اللہ کا شمار برصغیر کے عظیم محدثین میں ہوتا ہے۔ آپ ۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء میں اپنی خالہ کے گھر موضع "صالح پور" میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد شیخ سبحان علی رحمہ اللہ موضع "نیمی" (نون کے زیر کے ساتھ) ضلع پٹنہ عظیم آباد، صوبہ بہار کے رہنے والے تھے۔ آپ صدیقی النسب ہیں۔ اکتالیس واسطوں سے آپ کا نسب حضرت سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جاملتا ہے۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ابو الخیر بطور کنیت، شوق بطور تخلص اور نیموی بطور نسب وطن استعمال کیا ہے۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ کا نام محمد ظہیر احسن ہے جبکہ مادہ تاریخ ولادت سے تاریخی نام ظہیر الاسلام بعدد ۱۲۷۸ھ ہے۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ اپنے نام، کنیت اور تخلص کو منظوم بیان کرتے ہوئے ایک رباعی میں فرماتے ہیں:

شوق است تخلصم ظہیر احسن نام ۔۔۔ در قریہ دلنواز نیمی است مقام

شد از پے کنیت ابو الخیر امام ۔۔۔ تاریخ تولدم ظہیر الاسلام

آپ نے علوم عربیہ اور تفسیر و حدیث شمس العلماء مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی رحمہ اللہ، مولانا محمد عبد الاحد شمشاد لکھنوی رحمہ اللہ، مولانا محمد عبد الحی محدث لکھنوی رحمہ اللہ، مولانا محمد عبد اللہ غازی پوری رحمہ اللہ سے حاصل کیے۔ علم طب حکیم باقر حسین لکھنوی سے حاصل کیا۔ علم سلوک و طریقت حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ سے حاصل کیے۔ اور علم عروض و نظم منشی امیر اللہ تسلیم لکھنوی رحمہ اللہ سے حاصل کیا۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ کے اساتذہ میں مولانا محمد عبد اللہ غازی پوری غیر مقلد ہیں، کسی معین مذہب کی تقلید کے قائل نہ تھے۔ جب کہ علم طب کے استاذ حکیم باقر حسین لکھنوی شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ کو تفسیر، حدیث، فقہ اور دوسرے علوم و فنون کی اجازت حضرت شاہ محمد

عبد الحق مہاجر مکی رحمہ اللہ اور حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمہ اللہ سے حاصل ہے۔

تحصیل علم کے بعد آپ اپنے آبائی وطن "نیمی" صوبہ بہار میں درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔ آپ علوم عربیہ، قرآن و حدیث، فقہ اور ادب میں مہارت رکھتے تھے۔ فارسی اور اردو کے اچھے شاعر اور نقاد بھی تھے۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ کے دور میں غیر مقلدیت حدیث کے نام پر سر ابھار رہی تھی۔ غیر مقلدین کے شیخ الکل میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے تلامذہ سرگرم عمل تھے۔ حدیث کے نام پر فقہ اور خاص کر فقہ حنفی اور ائمہ احناف ان کے نشانہ پر تھے۔ برصغیر میں حکومت برطانیہ کی عملداری تھی۔ انگریز حکومت پوری طرح اس فتنہ کی سرپرستی کر رہی تھی تاکہ مسلمانوں میں اختلاف ڈال کر ان کی طاقت کو کمزور کیا جاسکے اور جہاد کی آواز کو دبا دیا جائے۔ اس وقت کے ذرائع ابلاغ بھی ان کا ساتھ دے رہے تھے۔ ان حالات میں احناف کی طرف سے علمائے دیوبند اور دوسرے مکاتب فکر بھی غیر مقلدیت کے خلاف قرآن و سنت اور فقہ کے دفاع کے لیے اپنی کوششوں میں لگے ہوئے تھے۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ان حالات کا قریب سے مطالعہ کیا۔ مولانا محمد عبد اللہ غازی پوری سے استفادہ کے دوران غیر مقلدیت کو سمجھنے کا موقع ملا۔ آپ کے استاذ گرامی مولانا عبد الحی لکھنوی رحمہ اللہ بھی غیر مقلدیت کے فتنہ کو قریب سے دیکھ چکے تھے اور اس فتنہ کے خلاف فقہ کے دفاع میں مضبوط کتب کے ذریعہ فقہ کی جزئیات و کلیات پر اہم ذخیرہ امت کو فراہم کر چکے تھے۔ اس لیے علامہ نیموی رحمہ اللہ نے بھی وقت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے "آثار السنن" کے نام سے فقہ حنفی کی بنیادی احادیث کا مضبوط مجموعہ مرتب فرمایا۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ کی شہرت ان کی اسی تصنیف کی وجہ سے ہے۔ "آثار السنن" کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ مقبولیت سے نوازا۔ زمانہ تالیف سے ہی اطراف عالم میں بے شمار مدارس کے نصاب کا حصہ ہے۔ پاک و ہند میں اس کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ پاکستان میں حنفی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے دیوبندی، بریلوی دونوں مکاتب فکر کے نصاب میں یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے۔

"آثار السنن" کے علاوہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے درج ذیل تصانیف یادگار چھوڑی ہیں:

"جامع الآثار فی اختصاص الجمعۃ بالامصار"، "لامع الانوار بتائید جامع الآثار"، "تبیان الحق"، "اوشحۃ الجید فی اثبات التقلید"، "جلاء العینین"، "حبل المتین فی الاخفاء بآمین"، "رد السکین"،

"تردید السیف إلی رأس اہل الحیف"، "النحلی فی رد قول المحلی"، "الکلام المستحسن فی رد المتقب الحسن"، "ستر من یری فی بحث الجمعة القری"، "ردالرد"، "الدرة الغرة فی وضع الیدین علی الصدر تحت السرة"، "الغرة فی رد الدرة"، "ضیاء العین"، "ازاحة الاغلاط"، "اصلاح"، "وسیلة العقبی فی احوال المرضی والموتی"، "یادگار وطن"، "مثنوی سوز وگداز"، "عمدة العناقید فی حدائق بعض الاسانید"

علامہ نیموی رحمہ اللہ کی تصانیف سے ان کی علمی جلالت شان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ حدیث وفقہ کے علاوہ عربی، فارسی اور اردو ادبیات پر بھی انہیں عبور حاصل تھا۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ فارسی اردو کے اچھے شاعر تھے۔ شعری محاسن کے ساتھ آپ ایک مشہور نقاد اور ماہر فن استاذ بھی تھے۔ اردو، فارسی تراکیب کی اصلاح اور ضروری تنبیہات پر مشتمل آپ کی کتاب "ازاحۃ الاغلاط" آپ کی ادبی فنی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ کے ہم عصر ادباء نے آپ کی صلاحیتوں کو داد تحسین دی ہے۔ اردو شاعری کے مشہور استاذ داغ اور امیر مینائی آپ کے قریبی دوست اور مداح تھے۔ استاذ داغ نے جب علامہ نیموی رحمہ اللہ سے ان کا شعر:

ستم و جور کی فریاد سے ہم درگزر رہے
ایسے گھبرائے ہوئے تم سر محشر کیوں ہو

سنا تو بے اختیار کہنے لگے: مولانا! آپ نے تو بے چین کر دیا۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ کی مشہور مثنوی "مثنوی سوز وگداز" کی تاریخ استاذ داغ نے اس طرح رقم فرمائی:

مثنوی جس کا نام سوز و گداز اس سے بہترین فسانہ شوق
حضرت شوق کی ہے یہ تصنیف باعث رونق زمانہ شوق
تو بھی لکھ داغ مصرعہ تاریخ سنو دل سے یہ سب ترانہ شوق
۱۳۱۸ھ

امیر مینائی لکھنوی نے علامہ نیموی رحمہ اللہ کی مثنوی "نغمہ راز" پر لکھا:

امیر اس کی تاریخ میں نے یہ لکھی
فصاحت کی جاں آج یہ مثنوی ہے

("القول الحسن"، ص ۱۲۶، ۱۲۷)

اردو کے کئی نامور شعراء نے علامہ نیموی رحمہ اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ شاہان مغلیہ کی اولاد میں سے مشہور شاعر شاہزادہ مرزا محمد رئیس بخت بہادر المعروف شاہزادہ مرزا زبیر الدین زبیر مشہور صاحب دیوان شاعر آپ کے شاگرد ہیں۔ ان کے علاوہ مولانا شفق عماد پوری، علی رضا ضیاء اور مولانا ابوالکلام آزاد بھی آپ کے شاگرد ہیں۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ کے ادبی مناقشات کے نمونے ماہنامہ "نقوش" لاہور کے "ادبی معرکے نمبر" جلد دوم میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ عربی، فارسی، اردو ادبیات کے علاوہ آپ نے فن طب میں پڑھایا۔ ملتان کے مشہور حاذق حکیم خدا بخش آپ کے شاگرد ہیں۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے چوالیس سال کی عمر میں جمعہ کے روز ۱۷ رمضان ۱۳۲۲ھ/ ۲۵ نومبر ۱۹۰۴ء کو "عظیم آباد" میں خطبہ جمعہ کے وقت وفات پائی۔ ہفتہ کے روز آپ کو آبائی وطن "نیمی" میں دفن کیا گیا۔ آپ کے مرید مولانا عبدالعزیز اشرفپوری رحمہ اللہ نے آپ کے وصال پر درج ذیل قطعہ کہا:

ایک نے کے دس مت پر روح اقدس آپ کی دار فانی سے ہوئی رخصت دار السلام
فصلی، ہجری، عیسوی تاریخ یوں کہ اے عزیز عبرغم، شوق سخنور، مرشد ذی احترام

۱۳۱۲ب ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء

(ف) بکرمی، ہندی سال کو فصلی بھی کہتے ہیں۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے دو شادیاں کی تھیں۔ پہلی شادی اپنی خالہ زادی سے کی جب کہ دوسری چچا زادی سے۔ پہلے نکاح سے ایک صاحبزادہ عبدالرشید ہوا جب کہ دوسرے نکاح سے ایک صاحبزادہ عبدالسلام ہوا۔ عبدالسلام اوائل جوانی میں ہی فوت ہو گیا جب کہ عبدالرشید عالم فاضل ہوئے۔ فوقانی تخلص اختیار کیا۔ مولانا عبدالرشید فوقانی رحمہ اللہ نے اپنے والد گرامی سے علوم و فنون حاصل کیے اور اپنے والد سے ان کے علوم وفنون کی اجازت سے سرفراز ہوئے۔ مولانا عبدالرشید فوقانی رحمہ اللہ کو اللہ تعالی نے تصنیف وتالیف کے عمدہ ذوق سے بھی نوازا تھا۔ انہوں نے علامہ نیموی رحمہ اللہ کی کتاب "آثار السنن" پر مولانا عبدالرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ غیر مقلد کی کتاب "ابکار المنن" کا نہایت محققانہ، مدلل جواب "القول الحسن الرد علی ابکار المنن وفی تائید آثار السنن" کے نام سے لکھا۔ "القول الحسن" کے علاوہ آپ کی درج ذیل تصانیف ہیں:

۲۔ ''ضمیمہ وسیلۃ العقبیٰ'' فارسی ۳۔ ''نسب نامہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم''

۴۔ ''تذکار الشوق''

۵۔ ابلاغ المعلی فی علوم ثبوت الامام بعد الخطبۃ فی المصلیٰ

۶۔ تعقبات فوقانی (علم عروض) ۷۔ ''رباعی نامہ''

۸۔ ''آداب الجماع'' ۹۔ ''جدال خفقانی''

۱۰۔ ''نالۂ فوقانی'' ۱۱۔ ''افکار فوقانی''

علامہ نیموی رحمہ اللہ کی دو سوانح لکھی گئی ہیں: (۱) ''تذکرۃ الشوق'' مؤلفہ منشی محمد بشیر پکا کوئی مرحوم، (۲) ''تذکار الشوق'' مؤلفہ مولانا عبد الرشید فوقانی رحمہ اللہ

علامہ نیموی رحمہ اللہ اہل علم کی نظر میں

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے صرف چوالیس سال عمر پائی۔ آپ نے پچیس سے زیادہ وقیع علمی کتب یادگار چھوڑی ہیں۔ آپ کی تصنیف ''آثار السنن'' کو شہرت دوام حاصل ہے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، ادب، طب، شاعری، کوئی ایسا علمی عنوان نہیں جس پر آپ کی تحقیقات نے اہل علم سے داد وصول نہ کی ہو اور امت آپ کے تبحر علمی پر اعتماد نہ کرتی ہو۔ آپ کے شیوخ اور اساتذہ سے لے کر ہم عصر حضرات اہل علم تک سب ہی نے آپ کی تحقیقات کو وقعت نظر سے دیکھا ہے اور داد تحسین پیش کی ہے۔ یہاں چند اہل علم کی رائے پیش کی جاتی ہے جس سے آپ کے علمی مقام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت شاہ محمد عبد الحق مہاجر مکی رحمہ اللہ (م ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء)

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ''آثار السنن'' کے چند مطبوعہ اجزاء حضرت مولانا شاہ محمد عبد الحق الہ آبادی مہاجر مکی رحمہ اللہ کی خدمت میں دعا اور ان روایات کی اجازت سند کے لیے مکہ مکرمہ بھیجے تو حضرت مولانا شاہ محمد عبد الحق رحمہ اللہ نے مسجد حرام میں ہاتھ اٹھا کر کتاب اور مؤلف کی مقبولیت کے لیے دعا فرمائی اور اپنی طرف سے تمام علوم وفنون اسناد تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف و اوراد کی تحریری سند بھی ارسال فرمائی۔

حضرت شاہ محمد عبد الحق محدث رحمہ اللہ نے اپنی تحریری اجازت میں علامہ نیموی رحمہ اللہ کے متعلق لکھا:

التمس منّی الشیخ الفاضل السابق فی حلبۃ الفضائل الباذل فی تحصیل العلوم الشرعیۃ الجہد المشمر فی اقتناصہا عن ساعد الجد، مولانا العلامہ الفہامۃ المحقق المدقق المولوی محمد ظہیر احسن ادام اللہ بقاہ وزاد کل یوم فی مصاعد الفضل ارتقاہ۔ الاجازۃ فیما تجوز لی روایتہ وتصح لی درایتہ، فأجبتہ لذالک۔ (''القول الحسن''، ص ۱۵۲)

شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ

حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ نے علامہ نیموی رحمہ اللہ کے متعلق فرمایا: مولانا نیموی علم حدیث میں اپنے استاذ مولانا عبد الحی لکھنوی سے فائق ہیں۔ (''القول الحسن''، ص ۱۵۰)

علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ، علامہ نیموی رحمہ اللہ کے ہم عصر ہیں۔ آپ نے علامہ نیموی رحمہ اللہ کے علمی مقام کا اعتراف فرمایا ہے۔ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے مسئلہ رفع یدین پر اپنی معرکۃ آراء کتاب ''نیل الفرقدین'' میں علامہ نیموی رحمہ اللہ کی تحقیقات کو ''قال الشیخ النیموی'' کہہ کر نقل فرمایا ہے۔ ''نیل الفرقدین'' ص ۲۶، دوابھیل، طبع اول

نیز علامہ نیموی رحمہ اللہ کی تحقیقات کو نقل کر کے علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے لکھا:

اِنّی کُنتُ مُرافِقًا فیہ۔

میں بھی اس میں (علامہ نیموی) کے ساتھ متفق ہوں۔

حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ علامہ نیموی رحمہ اللہ کے علوم وتحقیقات سے بہت متاثر تھے۔ آپ نے علامہ نیموی رحمہ اللہ کی شان میں عربی میں ایک لاجواب قصیدہ لکھا جو ''آثار السنن'' کے ساتھ مطبوعہ ہے۔ علامہ کشمیری رحمہ اللہ کا یہ قصیدہ عربی ادب کا ایک شاہکار ہے۔ اس کا کچھ حصہ مولانا عبد الرشید فوقانی رحمہ اللہ نے ''القول الحسن'' میں بھی نقل کیا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہوں:

رویتُ و طبتُ نفسًا فی ارتواء وعدت فاز دری ماء السماء

یحیی ذالمناقب والمعالی شریف المجد غطریف العلاء

کریم الخلق محمود السجایا خلیقًا للمحامد والثناء

وحید العصر محمود الندیہ   سدید القول فی حسن الصفاء
رفیع القدر ذوالقدر الرفیع   باعلال الروایۃ وانتقاء
ظہیر الحق مولانا الظہیر   اضاء الارض فی نور اہتداء
وشرعلۃ فی الشرائع والمسائل   وحسبک فی اقتداء واقتضاء
سحاب الفیض أو فیض السحاب   ضیاء النور أو نور الضیاء
ولا تستطیع انور مدح فضلہ   مرام ذالک فی غیر الرجاء
فمدّ لہ الالہ ظلیل ظل   وجازاہ بخیر من جزآء

(علامہ نیموی رحمہ اللہ کے فیوضات سے) میں سیراب ہو گیا اور جان سیرابی سے پاکیزہ ہو گئی، اور (اب ان کی مدح کا حق ادا کرنا) یوں گویا آسمان کے پانی (بارش) کی توہین کر رہا ہوں۔

خوبیوں والے، اعلیٰ مرتبہ والے، بلند مرتبہ والوں کے سردار اور بلندیوں کے بڑے کی محبت کی وجہ سے۔

وہ یکتائے زمانہ، ہمسروں کے رشک، حسن وکمال میں صاف گو ہیں۔

روایات کے نکات اور تحقیق میں نہ صرف بلند مرتبہ ہیں، بلند مرتبہ ہونے ہی کے لائق ہیں۔

مولانا ظہیر احسن حق کے مددگار ہیں۔ ان کی راہنمائی سے روئے زمین کو روشن کر دیا ہے۔

مجھے تحقیقات اور مسائل اور راہنمائی اور پیروی کے لیے وہ کافی ہیں۔

وہ اپنی تحقیقات کے فیضان کا بادل ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فیض کے بادل سے سیراب ہیں۔

وہ ہدایت کی روشنی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت نور کی روشنی ہیں۔

ان کے مقام کی تعریف انور کے بس میں نہیں (ان کی تعریف کرنا) حقیقت کے بجائے محض باتیں ہیں۔

پس ان کے عظیم الشان فیض کو اللہ تعالیٰ بڑھاتا ہی رہے اور اپنے انعامات میں سے بہترین انعام سے انہیں نوازے۔

شہزادہ مرزا زبیر الدین زبیر رحمہ اللہ

شہزادہ مرزا زبیر الدین زبیر بادشاہان مغلیہ کی اولاد سے ہیں۔ اپنے وقت کے مشہور

صاحب دیوان شاعر تھے۔ شاعری میں علامہ نیموی رحمہ اللہ سے اصلاح لیتے تھے۔ اپنے دیوان "چمنستان سخن" المعروف دیوان زبیر مطبوعہ ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء میں علامہ نیموی رحمہ اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:

جب سے شوق نیموی سے ہے تلمذاے زبیر   پایہ کیسا بڑھ گیا تقریر کا تقدیر کا
زنگ آلودہ ہے گو جوہر میری شمشیر کا   پر نبیرہ خاص ہوں سلطان عالمگیر کا

✦

حضرت شوق کا ہے فیض زبیر
تجھ میں ایسی جو خوش بیانی ہے

نواب کلب علی خان بہادر مرحوم

نواب کلب علی خان بہادر والئی رامپور اہل علم کے قدردان تھے۔ جب فن لغت میں علامہ نیموی رحمہ اللہ کی کتاب "ازالۃ الاغلاط" دیکھی تو آپ کی علمیت اور فنی گرفت کی تعریف کی اور دربار رامپور میں آپ کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے دعوت دی اور خوش آمدید کہا۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ کی کتاب "ازالۃ الاغلاط" کو اُردو کے مشہور شاعر اور ادیب علامہ حسرت موہانی رحمہ اللہ نے ۱۹۱۸ء کو اُردو پریس علی گڑھ سے شائع کیا۔ اردو، فارسی شعراء وادباء بھی علامہ نیموی رحمہ اللہ کے نیاز مند تھے۔ مولانا حسرت موہانی اور علامہ محمد اقبال مرحوم کے استاذ داغ دہلوی مرحوم کے علامہ نیموی رحمہ اللہ سے نیاز مندانہ تعلقات تھے۔ علاوہ ازیں حضرت مولانا خلیل سہارنپوری مہاجر مدنی رحمہ اللہ نے "بذل المجہود شرح سنن أبي داوٗد" میں، حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے "جامع الآثار" میں، حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے "فتح الملہم شرح صحیح مسلم" میں، حضرت مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی رحمہ اللہ نے "الطیب الشذی شرح جامع ترمذی" میں، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سہارنپوری مہاجر مدنی رحمہ اللہ نے "اوجز المسالک شرح موطا امام مالک" میں علامہ نیموی رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی تحقیقات سے فائدہ اٹھایا ہے۔

آثار السنن

علامہ محمد ظہیر احسن شوق نیموی رحمہ اللہ کے علمی کارناموں میں "آثار السنن" کو خاص مقام حاصل ہے۔ "آثار السنن" میں علامہ نیموی رحمہ اللہ کے علمی جوہر کھل کر سامنے آئے۔ "آثار السنن"

سے اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ کو دینی اور ادبی علوم وفنون میں کتنی مہارت حاصل ہے اور خاص کر علم حدیث میں انہیں کتنا تبحر ہے۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ ۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء میں پیدا ہوئے اور ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۴ء میں آپ نے وفات پائی۔ یہ دور مسلمانان برصغیر کے لیے ایک پُر آشوب زمانہ ہے۔ سلطنت برطانیہ، برصغیر پر مکمل طور پر قابض ہو چکی تھی۔ انگریز ادھر اپنے مخالفین کو دبانے کے لیے ظلم وستم کا ہر حربہ استعمال کر رہے تھے تو ادھر برصغیر کے عوام کو کمزور کرنے کے لیے آپس میں ٹکرانے کی سیاسی پالیسیاں اور فریب کے نام پر لڑاؤ کے مختلف داؤ بھی آزما رہے تھے۔ برصغیر کے مسلمان سو فیصد مقلد تھے۔ اکثریت حنفی تھی۔ کہیں خال خال شافعی یا حنبلی بھی تھے۔ برصغیر کے مسلمانوں کی جمعیت کو توڑنے کے لیے انگریز نے "حدیث" کے نام پر غیر مقلدیت کو کھڑا کیا، جو اپنے انفرادی عقائد واعمال کی وجہ سے وہابی کہلائے اور پھر ان کے مطالبہ اور درخواست پر انگریز حکومت نے انہیں "اہل حدیث" کا نام سرکاری طور پر مطابق چٹھی نمبر ۱۷۵۸، مجریہ ۳ دسمبر ۱۸۸۶ء بہ درخواست محمد حسین بٹالوی الاٹ کیا۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ ان حالات سے متاثر ہوئے۔ غیر مقلدیت کو بھی قریب سے دیکھ چکے تھے۔ ان کے ایک استاذ مولانا محمد عبداللہ غازی پوری مرحوم غیر مقلد تھے۔ جب کہ ان کے دوسرے استاذ علامہ عبدالحی حنفی لکھنوی رحمہ اللہ اور علامہ نواب صدیق حسن خان غیر مقلد رحمہ اللہ کے مناقشات جو ہندوستان کی علمی تاریخ کا اہم باب ہیں، ان کے سامنے تھے۔ ان حالات کو قریب سے دیکھتے ہوئے قدرت نے ان کے دل میں یہ بات ڈالی کہ ذخیرہ حدیث سے ایک ایسا مجموعہ مرتب کیا جائے جو حدیث کے ماحصل فقہی مزاج کو ظاہر کر رہا ہو۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ کو قدرت نے عظیم علمی صلاحیتوں سے نوازا ہوا تھا، وہ اگرچہ بنیادی طور پر حنفی تھے مگر حدیث کی تعلیم وتدریس اور تحقیق میں یہ دیکھ چکے تھے کہ حدیث کے مزاج کا ماحصل فقہ حنفی ہی ہے۔ فقہ حنفی کی یہ خصوصیت ہے کہ کسی بھی فقہی عنوان پر حدیث کے بظاہر متعارض اور مختلف طرق کو اکٹھا کیا جائے اور فقہ حنفی کے مسئلہ کو دیکھا جائے تو وہ ایسا مرکز نظر آتا ہے جہاں حدیث کے یہ بظاہر متعارض اور مختلف طرق تعارض اور اختلاف باقی ہی نہیں رہتا۔ فقہ حنفی کی اس گہرائی اور مضبوطی کو علمی اور نظری طور پر سمجھانے کے لیے مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے درس حدیث کا ایسا طریقہ جاری

کیا تھا کہ محدث حدیث کے ایک متن کو بنیاد بنا کر دوسرے متون کو اس طرح سمجھاتا کہ ایک سبق میں نہ صرف مسئلہ کی تحقیق ہوتی، دوسرے متون کا درس بھی ہو جاتا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی، حضرت شاہ محمد اسحاق دہلوی مہاجر مدنی رحمہ اللہ، حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہ اللہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں رحمہ اللہ کا یہی طرز درس رہا ہے۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے بھی حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ سے حدیث اسی طرز پر پڑھا تھا۔ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے دیکھا کہ غیر مقلدیت کا فتنہ حدیث کے نام پر فقہ حنفی کے خلاف اس پروپیگنڈہ کے لیے اٹھایا گیا ہے کہ فقہ حنفی حدیث کے خلاف ہے تو انہوں نے فقہی احادیث کو اس طرز پر جمع کرنے کا بیڑا اٹھایا کہ ہر عنوان کی صحیح اور مستند احادیث ایسی جامعیت سے اکٹھی ہوں کہ احادیث کی مطابقت اور ماحصل سامنے آجائے۔ اس سے جہاں حدیث کا ماحصل سامنے آئے گا وہیں فقہ حنفی کی یہ خصوصیت بھی بے غبار ہو جائے گی کہ فقہ حنفی حدیث سے ٹکراؤ نہیں، حدیث ہی کا ماحصل اور عطر ہے۔

احناف محدثین اور فقہاء جب حدیث سے فقہی مسائل کو استنباطاً یا استخراجاً بیان کرتے ہیں یا حدیث کو فقہ حنفی کے مستدل یا ماخذ کے طور پر بیان کرتے ہیں تو غیر مقلدیت کی طرف سے انہیں مطعون کیا جاتا ہے کہ احناف حدیث کو اپنی فقہ کے تابع کرتے ہیں نہ کہ فقہ کو حدیث کا اصل بناتے ہیں۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے فقہ حنفی کے مخالفین کے اس پروپیگنڈہ کو سامنے رکھتے ہوئے محدثانہ طرز پر کتاب کو مرتب فرمایا ہے۔ آپ نے فقہاء کے قول کو ذکر کرتے ہوئے حدیث کو اس کا مستدل نہیں بنایا بلکہ عنوان بیان کر کے اس کے متعلقہ مستند روایات کو جمع فرما دیا ہے۔ فقہ حنفی کا مستدل اور ماخذ بھی ہیں اور دوسرے فقہاء کا مستدل اور ماخذ بھی ہیں۔ ان روایات میں سے فقہی جزئیات کو اکٹھا کیا جائے اور ان کڑیوں کو ملایا جائے تو وہی سامنے آتا ہے جو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے تلامذہ نے بیان فرمایا۔ نیز روایات کا کچھ حصہ اگر باہم متعارض یا احادیث سے مستنبط مسائل میں تعارض واقع ہو رہا ہے تو الگ الگ متعارض عنوان بنا کر روایات کی فنی حیثیت کو واضح فرمایا کہ مسائل کا تعارض استدلال کی غلطی سے ہے نہ کہ روایات کا تعارض اس کا

باعث ہے۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ کے اس محدثانہ انداز سے نہ صرف فقہ حنفی کا حدیث کا ماحصل ہونا معلوم ہوتا ہے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عظمتِ شان، علمی حیثیت اور علمی تعمق بھی سامنے آتا ہے کہ تمام ذخیرہ حدیث کس طرح حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سامنے تھا۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ''آثار السنن'' میں اسی محدثانہ طرز پر احادیث کو جمع فرمایا، البتہ ان روایات کے فنی مباحث کے لیے ''آثار السنن'' کا حاشیہ ''التعلیق الحسن'' کے نام سے لکھا اور پھر اس کی مزید وضاحت کے لیے ''التعلیق الحسن'' پر مختصر حاشیہ ''تعلیق التعلیق'' کے عنوان سے لکھا۔ اس طرح ''آثار السنن'' متن و حواشی سمیت فقہی مسائل پر حدیث اور متعلقات حدیث کے نہایت مفید علمی مباحث کا جامع مجموعہ تیار ہو گیا۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ''آثار السنن'' اور اس کی تعلیقات کے ان الگ الگ موضوعات کو خود بھی واضح کیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

ملک کو سخت ضرورت تھی کہ حدیث شریف کی کوئی ایسی کتاب تالیف کی جائے جس میں مختلف احادیث سے وہ صحیح و حسن حدیثیں جمع کی جائیں جو مذہب حنفی کی مؤید ہوں۔ اگرچہ یہ کام نہایت ہی اہم تھا مگر فقیر نے متوکلا علی اللہ آثار السنن (کے) نام (سے) ایک کتاب لکھنا شروع کی جس کے ساتھ عربی میں ایک عمدہ حاشیہ بھی لکھنا شروع کیا، جس کا نام ''التعلیق الحسن علی آثار السنن'' رکھا گیا ہے اور جابجا اس حاشیہ کا حاشیہ بھی لکھا گیا ہے، جس کا نام ''تعلیق التعلیق'' ہے۔ ان حواشی میں محدثانہ و محققانہ طور پر اکثر احادیث کے وہ علل غامضہ بیان کیے گئے ہیں جن کے اظہار سے اسفار قوم خالی ہیں۔ اس مجموعہ علاشی کی تالیف میں کتب مطبوعہ مصر و ہند کے علاوہ بہت سے نامی کتب خانوں کی نایاب قلمی کتابوں سے بھی مدد لی گئی ہے جن کی زیارت کو اہل علم کی آنکھیں ترستی ہیں۔ اس کی قدر وہی وسیع النظر اہل علم کر سکتے ہیں جن کو فن حدیث میں مذاق کامل ہو۔

(''سیر بنگال''، مطبوعہ ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء، بحوالہ ''القول الحسن''، ص ۱۶ حاشیہ

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ''آثار السنن'' کے زمانہ تالیف میں چند مباحث الگ بھی چھپوائے، مثلاً وضع الیدین تحت السرہ، ''تبیان التحقیق'' وغیرہ مباحث رسالوں کی صورت میں چھپتے رہے ہیں۔ اس زمانہ میں ''آثار السنن'' کی طباعت سے پہلے بھی علامہ نیموی رحمہ اللہ کے ان رسائل پر کئی مناقشے ہوئے۔ ان کے جوابات لکھے گئے۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے بھی دلائل سے اپنے موقف کا دفاع کیا۔ ایسی تحقیقات سامنے لائے اور ایسے مضبوط دلائل بیان کیے کہ نہ صرف ہم عصر اہل علم نے داد دی، معترض بھی ان دلائل کے جوابات سے عاجز رہے۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ''آثار السنن'' کے لیے کتنی محنت کی اور کتنی عمدگی سے کیسے مضبوط دلائل پیش کیے، ایک مثال سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے آمین بالجہر کے دلائل کے ذیل میں لکھا:

بخاری رحمہ اللہ کے استاد حمیدی رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں روایت کی ہے: حدثنا سفیان بن عیینۃ نا سعید المقبری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی لقد قال: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا قال ولا الضالین رفع صوتہ، وقال: آمین! حتی یسمع من یلیہ من الصف الاول۔ قال المعترض: (شیخ محمد سعید بناری رحمہ اللہ) یہ حدیث ان الفاظ سے مسند حمیدی میں نہیں ہے اور نہ آپ نے کسی معتبر کتاب کا حوالہ دیا کہ آپ نے کس کتاب کے واسطے سے یہ حدیث نقل کی ہے؟ اور اگر اصل کتاب سے نقل کی ہے تو وہ اصل کتاب کہاں ہے؟ کس شخص کے کتب خانہ میں ہے؟ اقول: افسوس ہے کہ حدیث کے باب میں آپ حضرات کے دعوے بہت کچھ ہیں مگر پھر بھی مسند حمیدی کا پتہ نہ لگا۔ خیر اسی رد و قدح سے آپ لوگوں کو نایاب کتابوں کا پتہ تو مل جائے، بہر کیف ہندوستان میں ایک نہیں بلکہ مسند حمیدی کے تین نسخے ہیں۔ ایک نسخہ مکرمی جناب مولانا مولوی محمد سعید صاحب مفتی عدالت عالیہ حیدر آباد کے کتب خانے میں، دوسرا نسخہ میرے مکرم دوست جناب مولوی شیخ احمد مکی محدث جن کا اکثر قیام بھوپال میں رہتا ہے اور جن کا ذکر روئداد ص ۱۴ جلسہ دستار بندی مدرسہ فیض عام کان پور منعقدہ ۱۳۱۱ھ میں اور جن کے تالیفات سے بعض کتابیں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں، ان کے پاس ہے۔ مگر یہ نسخہ پورا نہیں، ناقص ہے۔ تیسرا نسخہ شفیقی مولوی عبدالحق صاحب ساکن کرتول، ضلع

مدراس کے پاس ہے۔ میں نے وہ حدیث اسی کرنول کے نسخہ سے نقل کی ہے۔

اس میں بعینہٖ وہ روایت موجود ہے۔

(''یادگار وطن'' مطبوعہ ۱۳۱۲ھ، بحوالہ ''القول الحسن''، ص ۱۷، ۱۸، حاشیہ)

مذکورہ بالا اقتباس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ کو مطبوعات کے علاوہ مخطوطات تک بھی کیسی رسائی تھی اور کتنی محنت سے کام کرتے تھے۔ نیز خود احناف کے مستدلات پر علامہ نیموی رحمہ اللہ کو کتنی وسعت نظر تھی، اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

''آثار السنن'' کے متعلق علامہ نیموی رحمہ اللہ کو دو منامی بشارات

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ''التعلیق الحسن'' میں لکھا ہے کہ ''آثار السنن'' کی تالیف سے پہلے میں نے خواب دیکھا کہ: میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جنازہ مبارک اپنے سر پر اٹھا رکھا ہے۔ انہوں نے خود ہی اس کی تعبیر بیان فرمائی:

بان اکون حاملا لعلمه ان شاء الله العلام۔

ان شاء اللہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم کا حامل ہوں گا، یعنی خدمت کروں گا۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس خواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے ''آثار السنن'' کی تالیف کی توفیق نصیب فرمائی۔

''آثار السنن'' کے حصہ کتاب الصلوٰۃ تک کی تکمیل اور طباعت کے بعد علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ''آثار السنن'' مکہ مکرمہ میں حضرت مولانا شاہ محمد عبدالحق الٰہ آبادی مہاجر مکی رحمہ اللہ کی خدمت میں درخواست دعاء اور اجازت حدیث کے لیے بھیجی تو فرماتے ہیں:

فلما اهل شهر شوال المكرّم تشرّفتُ ذات ليلة في المنام برؤية النبيّ صلّى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلّم رأيتهٗ جالسًا على السرير و بجانبه الاخر امرأة بيضاء كالبدر المنير فقال لي عليه الصلوة والسلام انكحني هذه المرأة ذات الاكرام فذهبتُ اليها وقلتُ لها قد انكحتُكِ النبيّ صلّى الله عليه وسلّم وطلبني وذهب الى حجرة فذهبتُ على اثره

ودخلتُ الحجرة۔ فاستيقظتُ وعبرتُ الرؤيا بما عبرت وشكرتُ الله شكرت۔

ہمیں جب شہر شوال المکرم (۱۳۱۸ھ/ مارچ ۱۸۹۵ء) کا چاند نظر آیا تو ایک رات میں خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہٖ وصحبہٖ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے دیکھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک چارپائی پر تشریف فرما ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دوسری جانب چودھویں کے چاند جیسی ایک خوبصورت عورت بیٹھی ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: اس صاحب مرتبہ عورت سے میرا نکاح کر دو۔ میں اس عورت کے پاس گیا اور اسے کہا: میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تمہارا نکاح کر دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور خود اٹھے اور ایک کمرہ میں تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے اس کمرہ میں داخل ہو گیا۔ اس پر میں بیدار ہو گیا۔ میں نے اس خواب سے ہی تعبیر لی جو لی جاتی ہے (یعنی ''آثار السنن'' میں میں نے روایات کا جو انتساب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا وہ درست ہے)۔ اور اس پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جو (ایسے موقعہ پر) ادا کیا جاتا ہے۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ ''آثار السنن'' کو تمام فقہی عنوان پر لکھنا چاہتے تھے مگر ''کتاب الصلوٰۃ'' تک مکمل اور ''کتاب الزکوٰۃ'' کے چند عنوانات ہی لکھے تھے کہ پروانہ اجل آ پہنچا۔ کتاب کے دو حصے ہیں۔ حصہ اول: ''کتاب الطہارۃ'' اور ''کتاب الصلوٰۃ'' سے باب ''فی الصلوٰۃ بحضرۃ الطعام'' تک اور حصہ دوم: باب ماعلی الامام سے باب زیارۃ قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم تک، ''آثار السنن'' پہلے دو حصوں میں چھپی تھی۔ اب دونوں حصے یکجا مطبوعہ ہیں۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ''آثار السنن'' ۱۳۰۴ھ یا ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء میں لکھنا شروع کی اور ۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۶ء میں ابواب الصلوٰۃ تک مکمل فرمالیا۔ (''القول الحسن''، ص ۱۹)

''آثار السنن'' زمانہ تالیف سے اب تک اہل علم کے ہاں قدر کی نظر سے دیکھی گئی ہے۔ پاکستان، انڈیا، بنگلہ دیش، برما، افغانستان، ایران، افریقہ، برطانیہ، امریکہ وغیرہ کے بے شمار

مدارس میں یہ کتاب داخل درس ہے۔

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ ''آثار السنن'' کے متعلق لکھتے ہیں:

وقد نقلتُ فيه شيئًا من التعليق الحسن للشيخ النيموي مع مازدت عليه وكان الشيخ المرحوم حين تاليفه ذالك الكتاب يرسل اليّ قطعة قطعةً حتىٰ انّي كنتُ مرافقًا فيه۔ (''نيل الفرقدين''، ص ۵۶، طبع اول، ڈابھیل)

میں نے اس (کتاب ''نیل الفرقدین'') میں شیخ نیموی کی (کتاب) ''التعلیق الحسن'' کا کچھ حصہ نقل کیا ہے۔ شیخ مرحوم اس (کتاب) کی طباعت کے زمانہ میں اس کے حصے مجھے بھیجتے رہے ہیں۔ ان (کی تحقیقات) سے متفق ہوں۔

(ف) زمانہ تالیفات سے مراد طباعت ہی ہے کیونکہ علامہ نیموی رحمہ اللہ کے زمانہ تالیف ''آثار السنن'' اور ''التعلیق الحسن''، ۱۳۰۹ھ تا ۱۳۱۳ھ میں علامہ کشمیری رحمہ اللہ کا زمانہ طالب علمی ہے۔ علامہ کشمیری رحمہ اللہ ۱۳۱۲ھ میں فارغ التحصیل ہوئے۔

''نزہۃ الخواطر'' میں مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمہ اللہ ''آثار السنن'' کے متعلق لکھتے ہیں:

وصنف ''آثار السنن'' وهو كتاب ''نادر'' طريفٌ ثم علّق عليه تعليقًا حسنًا سمّاه ''التعليق الحسن على آثار السنن' ثم علّق على هذا التعليق تعليقًا سمّاه ''بتعليق التعليق''۔
(''نزہۃ الخواطر''، ۸/۲۲۲)

شروحات وتعلیقات ''آثار السنن''

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ''آثار السنن'' کو ایسی جامعیت سے مرتب فرمایا کہ یہ متن بغیر کسی تعلیق اور شرح کے بھی قابل استفادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زمانہ تالیف سے اب تک یہ اطراف عالم میں مسلمانوں کے بے شمار مدارس میں دراسات دینیہ کا حصہ ہے۔ مگر باوجود اس کے علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ''آثار السنن'' کے فقہی عنوانات پر فقہاء کی رائے کے تقابلی جائزہ اور متن میں موجود روایات کے متعلقہ مباحث پر دو تعلیقات تحریر فرمائیں:

۱۔ ''التعلیق الحسن''

''التعلیق الحسن''، ''آثار السنن'' میں موجود احادیث وآثار کے متعلقہ مباحث پر مشتمل ہے۔ مثلاً کسی روایت کے متعلق محدثین کی رائے پر بحث ہے یا کسی روایت کی سند اور دوسرے طرق کی نشان دہی ہے، یا کسی راوی کے متعلق جرح یا تعدیل کے مباحث ہیں۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے چونکہ ''آثار السنن'' کی تالیف میں ماخذات اور متعلقہ مباحث کو خود دیکھا ہوا تھا اس لیے وہ خود جتنی آسانی سے اسے نقل کر سکتے تو دوسرا اس طرح نہ کر سکتا۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ ان فنی مباحث کو نہایت عمدہ طریقہ پر لائے ہیں، جس سے ان کی محدثانہ شان کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۲۔ ''تعلیق التعلیق'' یہ ''آثار السنن'' کے حاشیہ ''التعلیق الحسن'' کا حاشیہ ہے۔ اس میں علامہ نیموی نے ''التعلیق الحسن'' میں مذکور بعض مباحث کی محدثانہ انداز میں وضاحت فرمائی ہے۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ''التعلیق الحسن'' اور ''تعلیق التعلیق'' دونوں حواشی ''آثار السنن'' کے ساتھ یکجا ہی شائع فرمائے۔ اب بھی اسی طرح چھپتے ہیں، دونوں کو الگ الگ ذکر نہیں کیا جاتا۔

۳۔ فوائد علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ

حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ دوران مطالعہ کتاب پر مختصر فوائد بھی لکھتے تھے۔ یہ فوائد کبھی متن سے اختلاف کی صورت میں، کبھی آپ کی اپنی لسٹ کی صورت میں ہوتے اور کبھی مزید ماخذات کی نشان دہی ہوتی۔ ''آثار السنن'' پر بھی علامہ کشمیری رحمہ اللہ نے اس انداز کے فوائد لکھے مگر یہ فوائد ''آثار السنن'' کے مطبوعہ متن ہی پر ہیں اور ان میں مزید ماخذات ومستدلات کی نشان دہی ہے۔ آپ نے علامہ نیموی رحمہ اللہ کے موقف سے اختلاف نہیں فرمایا جیسا کہ آپ کی کتاب ''نیل الفرقدین'' ص ۵۶ پر یہ بات موجود ہے۔ ان حواشی کو ''مجلس علمی ڈابھیل'' نے بخط محشی ہی عکس لے کر شائع کیا تھا۔ اس نسخہ پر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے ابتدائیہ لکھا ہے۔ اس اشاعت کی تعداد نہایت محدود تھی اس لیے کہیں خال خال ہی اس کا کوئی نسخہ موجود ہے۔ حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے یہ حواشی مکمل متن پر نہیں، چند مقامات پر ہیں۔ اگر ان حواشی کی تخریج کر دی جائے اور اسی طرز پر مکمل متن پر کام کیا جائے تو مستدلات احناف کا ایک دائرۃ المعارف تیار ہو سکتا ہے۔ حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے حواشی کی تخریج کا کام حضرت علامہ بنوری رحمہ اللہ نے شروع فرمایا تھا مگر یہ مکمل نہ ہو سکا۔ حضرت علامہ بنوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اور میں بھی کچھ زمانہ حضرت (علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ) کے ارشاد پر ان حوالوں اور عبارات کی تخریج میں مشغول رہا، تو کتاب کے ایک صفحہ کی تخریج نے کئی اوراق بھر دیے۔ حضرت رحمہ اللہ کی خواہش تھی کہ اگر یہ تخریجات طبع ہو گئے تو اہل علم کو بہت فائدہ ہوگا۔ ("توضیح السنن" ۱/۹۷ طبع اول)

۴۔ "القول الحسن"

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد (م ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۵ء) نے "ابکار المنن" کے نام سے "آثار السنن" کے پہلے حصہ کا جواب لکھا۔ یہ جواب دو صد چونسٹھ صفحات میں مطبع فاروقی، دہلی سے ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء میں مطبوعہ ہے۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ کے صاحبزادہ مولانا عبدالرشید فوقانی رحمہ اللہ نے "القول الحسن" کے نام سے "ابکار المنن" کا جواب لکھا۔ "القول الحسن" یک صد از تالیس صفحات میں اصح المطابع، آسی پریس، لکھنؤ سے ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۳ء میں چھپا۔ کتاب کے ساتھ علامہ نیموی رحمہ اللہ کے مختصر حالات، سند وغیرہ بھی ہے۔ اس طرح یہ کتاب کل ..... صفحات میں چھپی۔ مولانا عبدالرشید فوقانی رحمہ اللہ نے "القول الحسن" کو ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۳ء میں مکمل کیا اور کمال جرأت سے اس کا مسودہ مؤلف "ابکار المنن" مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ کو بھیج دیا کہ وہ اپنے اعتراضات کے جوابات خود دیکھ لیں اور اگر اس کا جواب لکھنا چاہتے ہیں تو ابھی سے لکھ دیں۔ مولانا مبارک پوری رحمہ اللہ نے جواب لکھنے کا عندیہ بھی دیا مگر اس کے دس ماہ بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

"القول الحسن" نہایت محققانہ جواب ہے۔ مولانا عبدالرشید فوقانی رحمہ اللہ نے "قال صاحب ابکار" کے عنوان سے مولانا مبارک پوری رحمہ اللہ کا اعتراض نقل کیا اور پھر "قال ابن النیموی" کے عنوان سے جواب لکھا۔ اس طرح سوال جواب کے انداز میں مولانا مبارک پوری رحمہ اللہ کا موقف بھی سامنے آ جاتا ہے اور اس کا جواب بھی۔ مولانا عبدالرشید فوقانی رحمہ اللہ کے جوابات مناظرانہ ترکی بہ ترکی ہیں۔ اس سے ان کی علمی صلاحیت اور گرفت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۵۔ تخریجات و تصحیحات مولانا فیض احمد رحمہ اللہ

شیخ الحدیث مولانا فیض احمد صاحب رحمہ اللہ (ملتان) نے اپنے مکتبہ امدادیہ، ملتان سے

"آثار السنن" شائع کی ہے۔ اس طبع میں متن کی روایات کی تخریج ہے۔ تخریج میں متن ہی میں موجود ماخذ کی جلد، صفحہ اور باب وغیرہ کی نشان دہی کی گئی ہے۔

۶۔ "توضیح السنن"

مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب زید مجدہ نے تین مجلدات میں "آثار السنن" کی ضخیم شرح لکھی ہے۔ ابتداء میں علامہ نیموی رحمہ اللہ کے مختصر حالات اور پھر متن کی شرح ہے۔ شرح میں مؤلف کا طریقہ کار یہ ہے کہ پہلے متن کا ترجمہ ذکر کرتے ہیں، پھر عنوان کا تعارف اور فقہاء کا اختلاف اور ان کے مستدلات کو کہیں تفصیل اور کہیں اختصار سے لکھتے ہیں۔ پھر احناف کی وجہ ترجیح ذکر کرتے ہیں۔

"التحقیق الحسن فی تائید آثار السنن"

حافظ محمد زبیر علی زئی پیرداوی مرحوم غیر مقلد (م ۱۴۳۵ھ/ ۲۰۱۳ء) نے اپنے زیر ادارت ماہنامہ "الحدیث" کی اشاعت رجب ۱۴۲۹ھ/ اگست ۲۰۰۸ء شمارہ نمبر ۵۱ میں "نیموی صاحب کی کتاب آثار السنن پر ایک نظر" کے عنوان سے ایک مضمون لکھا جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ کے "آثار السنن" میں تناقضات ہیں، ضعیف روایات سے کام چلایا گیا ہے، علامہ نیموی نے صحیح احادیث پر حملہ کیا ہے اور وہ خود اتنے ماہر عالم نہ تھے۔

مولانا ظہور احمد الحسینی صاحب زید مجدہ نے "التحقیق الحسن" کے نام سے اس کا مسکت اور مدلل جواب لکھا ہے۔ مولانا ظہور احمد الحسینی صاحب مدظلہ کے کام میں یہ خصوصیت ہے کہ انہوں نے علامہ نیموی رحمہ اللہ اور ان کے مستدلات کا دفاع حدیث اور رجال کی بنیادی کتابوں کے مضبوط حوالوں سے کیا ہے۔ احناف کے مستدلات کی تائید میں غیر مقلدین اور خود زبیر علی زئی کے حوالہ جات سے یہ جواب نہ صرف مضبوط علمی حوالہ جات کا مجموعہ ہے، الزامی جواب کی بھی عمدہ مثال ہے۔

"آثار السنن مترجم"

"آثار السنن" کا اردو ترجمہ مولانا محمد اشرف زید مجدہ فاضل مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ نہایت آسان سلیس اور عام فہم انداز میں کیا گیا ہے۔

"آثار السنن" کا ایک اردو ترجمہ مولانا محمد افضال نقشبندی صاحب نے بھی کیا ہے۔ یہ

بھی عمدہ ترجمہ ہے۔ مولانا محمد افضال نقشبندی صاحب کا تعلق بریلوی مکتبہ فکر سے ہے۔ اسے شبیر برادرز، لاہور نے شائع کیا ہے۔

''آثار السنن'' پر تنقیدات

فقہی عنوانات پر احادیث کی ترتیب و تخریج اور اقوال فقہاء کے مستدلات کے طور پر حدیث کا بیان مباحث و مناقشات کا ایک میدان ہے۔ متقدمین و متاخرین کا اس پر اتنا بڑا علمی ذخیرہ موجود ہے کہ اس کا شمار مشکل ہے۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ کا مقصد بھی ''آثار السنن'' کے ذریعہ فقہ حنفی کے مزاج و مذاق کو بیان کرنا ہے اس لیے ''آثار السنن'' بھی معرض بحث بنی مگر علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ کی ''ابکار المنن'' کے علاوہ کوئی مفصل کام ابھی تک ''آثار السنن'' پر سامنے نہیں آیا۔ حافظ زبیر علی زئی پیرواری صاحب مرحوم کا ایک مضمون 'نیموی صاحب کی کتاب: آثار السنن پر ایک نظر' ان کے زیر ادارت ماہنامہ ''الحدیث'' بابت رجب ۱۴۲۹ھ/ اگست ۲۰۰۸ء شمارہ نمبر ۵۱ میں ستر ہ صفحات پر مشتمل مطبوعہ ہے۔ اس مضمون میں ''آثار السنن'' کے تمام مباحث کے بجائے صرف اس کی بعض روایات پر کلام ہے۔ مولانا ظہور احمد الحسینی صاحب زید مجدہ نے ماشاء اللہ اس مضمون کا محققانہ، مدلل اور مسکت جواب ''التحقیق الحسن'' کے نام سے لکھ دیا ہے۔

مولانا عبدالرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ (م ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۵ء) غیر مقلدین اہل حدیث کے مشہور اکابر میں سے ہیں۔ ''جامع ترمذی'' کی عربی شرح ''تحفۃ الاحوذی'' آپ کی مشہور تصنیف ہے۔ علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ نے ''آثار السنن'' کا جواب ''ابکار المنن'' کے نام سے لکھا۔ ''ابکار المنن'' کی پہلی اشاعت ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء کو مطبع فاروقی، دہلی سے ہوئی، دوسری اشاعت اس کے پچاس سال بعد ۱۳۸۸ھ/ ۱۹۶۸ء جامعہ سلفیہ، لائل پور حال فیصل آباد سے ہوئی۔ یہ اشاعت بھی اب نایاب ہے۔ کہیں کتب خانوں میں اس کا کوئی نسخہ ملتا ہے۔ جب کہ عام مکتبوں سے یہ کتاب نہیں ملتی۔

''آثار السنن'' کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قبولیت دی ہے کہ پہلی طباعت سے اب تک اس کتاب کے کتنے ہی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ جبکہ ''ابکار المنن'' کسی لائبریری سے ہی دستیاب ہو سکتی ہے۔ ''ابکار المنن'' طبع دوم کے ناشر صاحب لکھتے ہیں:

فلما مضى على طبع هذا الكتاب المبارك قدر خمسين سنة

ونفدت نسخ ما كلها من مدة طويلة ولم يطبع مرّة ثانيةً حتى كاد أن يفقد وكانت الحاجة ماسةً اليه لما يشتمل عليه من مباحث الحديث المهمّة يحتاج اليها طلاب فقه الحديث وعلومه علا ان كتاب المنتقد عليه وهو آثار السنن طبعه علماء مذهبه مرّةً بعد مرّة۔ (مقدمہ ''ابکار المنن'' طبع دوم، ص ۴)

جب اس کتاب (ابکار المنن) کی طباعت کو پچاس سال کا عرصہ گزر چکا ہے، ایک طویل مدت سے اس کی (پہلی) طباعت کے تمام نسخے ختم ہو چکے تھے، اور یہ دوبارہ نہ چھپ سکی۔ قریب تھا کہ یہ ناپید ہی ہو جاتی حالانکہ اس کتاب کی بہت حاجت ہے کیونکہ اہم مباحث حدیث پر یہ کتاب مشتمل ہے، اور حدیث کی فقہ اور علوم حدیث کے طلبہ کو اس کی ضرورت بھی ہے۔ جب کہ ''آثار السنن'' کو جس پر یہ تنقید ہے، اس کے مذہب والے (احناف) علماء بار بار چھپوا رہے ہیں۔

''ابکار المنن''، ''آثار السنن'' کے پہلے حصہ تک ہے۔ علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ ''ابکار المنن'' کی تالیف کے بعد پندرہ سال زندہ رہے مگر انہوں نے ''آثار السنن'' کے دوسرے حصہ کا جواب نہ لکھا، نہ اب تک کسی اور نے مزید جواب لکھا ہے یا ''ابکار المنن'' پر اضافہ کیا ہے۔

''آثار السنن'' پر کام کی ضرورت

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ''آثار السنن'' اور اس کی تعلیقات ''التعلیق الحسن'' اور ''تعلیق التعلیق'' کو نہایت جامع طریقے سے اور الگ الگ مرتب فرمایا ہے۔ ''آثار السنن'' میں فقہی عنوانات کے ذیل روایات و آثار کو محدثانہ انداز سے جمع کیا گیا ہے۔ ہر حدیث کے ساتھ اس کے ماخذ کی نشان دہی ہے اور اس کی فنی حیثیت بھی بیان کر دی گئی ہے۔ تعلیقات میں ان روایات کے ذیلی مباحث اور احناف کے علاوہ دوسرے فقہاء کے رجحانات اور ان کے مستدلات پر مختصر تبصرہ ہے۔ ''آثار السنن'' پر دوسرے حضرات کے کاموں میں مزید ماخذات کی نشان دہی اور فقہاء کے استدلالات پر بحث تو ہے مگر علامہ نیموی رحمہ اللہ کی تحقیقات کی تخریج اور ان کے بیان کردہ فنی مباحث کو مزید مؤیدات کی تحقیق کا کام ابھی باقی ہے۔ اب حدیث و رجال کے کئی ضخیم مخطوطات کی طباعت پر ان سے استفادہ کی آسانی کے بعد ان فنی مباحث کے مزید مؤیدات کی

تحقیق کا کام آسانی سے ہوسکتا ہے۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ ''آثار السنن'' کو عبادات و معاملات کے تمام فقہی عنوانات کا جامع بنانا چاہتے تھے مگر کتاب الصلوٰۃ تک کی تکمیل اور چند ابواب الزکوٰۃ کے علاوہ ان سے آگے کام نہ ہوا۔ زندگی نے وفا نہ کی۔ قدرت کو بھی منظور تھا کہ بعد والوں کے لیے وہ ایک احسن نمونہ چھوڑ گئے۔ اب اگر کسی کے مقدر میں یہ سعادت ہو کہ اسی طرز پر دوسرے عنوانات کو بھی مرتب کر دے تو یقیناً یہ حدیث اور فقہ کی بہت بڑی خدمت ہے اور دنیا و آخرت کی عظیم سعادت ہے۔ اللہ تعالیٰ جس سے جو کام لینا چاہتے ہیں اس کے لیے اسباب اور وسائل کو خود ہی پیدا فرما دیتے ہیں۔ البتہ رب تعالیٰ کا انتخاب انسان کی طلب پر ہوتا ہے۔ ماشاء اللہ حلقہ علماء میں صاحب صلاحیت محققین کی کمی نہیں۔ جو اخلاص سے کسی نیکی کا طالب ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے نصیب فرما دیتے ہیں۔

علامہ ظہیر احسن شوق نیموی رحمہ اللہ کی کتاب ''آثار السنن'' پر
زبیر علی زئی غیر مقلد کے الزامات کے مسکت اور مدلل جوابات

اَلتَّحۡقِیۡقُ الۡحَسَنُ فِیۡ تَائِیۡدِ آثَارِ السُّنَنۡ

حرفِ اوّلیں

نحمدهٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسوله الکریم
وعلیٰ آله واصحابه واتباعه اجمعین۔ امابعد

علامہ محمد بن سبحان علی ظہیر احسن شوق نیموی رَحِمَهُ الله (م ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء) برصغیر کے مایۂ ناز اور بلند پایہ محدث ہیں۔ آپ نے "آثار السنن" کے نام سے ایک بڑی عمدہ اور جامع کتاب تالیف کی، جس میں آپ نے مسلکِ احناف کو احادیثِ قویہ سے مدلل کیا ہے۔ نیز آپ نے اپنی اس کتاب کا خود ہی ایک تحقیقی حاشیہ "التعلیق الحسن" کے نام سے لکھا، اور پھر اس تعلیق پر بھی ایک مختصر حاشیہ لکھا ہے جس کا نام "تعلیق التعلیق" ہے۔ یہ کتاب اہلِ علم میں بہت مقبول ہوئی، اور موافقین ومخالفین سب نے اس کتاب کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے، یہاں تک کہ غیر مقلدین جن کی چیرہ دستیوں کی وجہ سے ہی علامہ موصوف نے یہ کتاب تصنیف فرمائی، ان کے ہاں بھی اس کتاب کی اس قدر اہمیت ہے کہ یہ کتاب اپنے زمانہ تصنیف سے لے کر اب تک ان کی نظروں میں کھٹک رہی ہے، اور مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری ﷫ وغیرہ جیسے اکابرین غیر مقلدین نے بھی اس کا جواب لکھنے کی کوشش کی ہے لیکن اس میں وہ بری طرح ناکام رہے ہیں، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ان کی تردیدی کتب کو خود غیر مقلدین میں بھی پزیرائی نہیں مل سکی، جب کہ "آثار السنن" کی مقبولیت میں بِحَمْدِ الله دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ اَللّٰهُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

اب ایک متعصب غیر مقلد حافظ زبیر علی زئی حضروی نے اپنے زیرِ ادارت رسالہ "ماہنامہ الحدیث" میں "آثار السنن" کے خلاف ایک مضمون لکھا ہے جس میں انہوں نے اس مبارک کتاب کا رد کرنے کی سعی نامراد کی ہے، اور اپنی اس شرمندگی پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے پیش رو غیر مقلدین کی طرح علامہ نیموی رَحِمَهُ الله پر سطحی اور لایعنی قسم کے اعتراضات کیے ہیں۔

مثلاً علامہ نیموی رَحِمَهُ الله نے اپنا ایک خواب ذکر کیا ہے کہ:

میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ میں نے اپنے سر پر نبی صلی الله علیہ وسلم

کا جنازہ اٹھا رکھا ہے اور میں نے اس نیک خواب کی تعبیر یہ سمجھی ہے کہ میں ان شاء اللہ! آپ ﷺ کے علم (حدیث) کا حامل ہوں گا۔

چنانچہ میں اس خواب کے بعد (تحصیل علم کے لئے) پوری طرح تیار ہوگیا اور حدیث حاصل کرنے میں مشغول ہوگیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے "آثار السنن" لکھنے کی توفیق عطا فرمادی۔ (التعلیق الحسن مع آثار السنن ص ١١)

زبیر صاحب اس پر اپنا تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

نیموی صاحب نے جو تعبیر کی ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ان کی اس کتاب سے مذکورہ تعبیر کی تائید ہوتی ہے، بلکہ اس خواب کی صحیح تعبیر یہ ہے کہ نیموی صاحب نے تاویلات فاسدہ، تصحیح احادیث ضعیفہ، اور ثقہ وصدوق راویوں پر طعن وتشنیع کے ذریعے سے نبی ﷺ کی احادیث کا جنازہ نکالنے کی کوشش کی ہے۔ عبدالغنی نابلسی ایک شخص، جس کا اہل بدعت کے نزدیک بڑا مقام ہے، [1] نے لکھا ہے کہ:

١۔ **علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ کا مقام غیر مقلدین کی نظر میں:**

علی زئی نے یہ تو لکھ دیا کہ عبدالغنی نابلسی ایک شخص کا اہل بدعت کے نزدیک بڑا مقام ہے، لیکن انہوں نے یہ وضاحت نہیں کی کہ اہل بدعت سے مراد کون ہیں؟ کیا اس سے علی زئی کی مراد وہ نامور علمائے غیر مقلدین تو نہیں جنہوں نے علامہ نابلسی رحمہ اللہ کی بڑی تعریف کی ہے۔ مثلاً مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ سابق امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان، نے علامہ نابلسی رحمہ اللہ کو "شیخ الاسلام" کے عظیم لقب سے ملقب کیا ہے، اور ان کو اہل حدیث اور محدث قرار دیا ہے۔ (مقالات حدیث، ص ٥٣٦)

اسی طرح نامور غیر مقلد عالم شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ:

العلامة، الصالح، العارف بالله، الشيخ عبدالغني اسماعيل النابلسي... (تصحيح الكتب و صنع الفهارس، ص ٥٨، طبع مكتب المطبوعات الاسلامية، حلب)

اب غیر مقلدین کے یہ دو اکابر بھی علامہ نابلسی رحمہ اللہ کی بہت زیادہ تعریف کر رہے ہیں، اگر علامہ نابلسی رحمہ اللہ کی تعریف کرنا بدعتی ہونے کی دلیل ہے، تو پھر یہ حضرات سب سے بڑے بدعتی ہیں۔ علی زئی نے اپنے اس معیار کس سے خود اپنے ان اکابرین کو بھی زخمی کر دیا ہے۔

ع چلی تھی برچھی کسی پر کسی کے آن لگی

جس نے خواب میں دیکھا کہ اس نے جنازہ اٹھایا ہے تو اسے حرام مال ملے گا۔

تعطیر الانام...... (الحدیث: ٢١/٥١)

لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ کے خواب میں نبی ﷺ کا جنازہ اٹھانے کا ذکر ہے نہ کہ جنازہ نکالنے کا۔ جس شخص کو جنازہ اٹھانے اور جنازہ نکالنے میں فرق معلوم نہ ہو اس کو علامہ نیموی رحمہ اللہ جیسے محقق پر اعتراضات کرنے کی بجائے اپنی جہالت پر ماتم کرنا چاہیے۔

ثانیاً: زبیر صاحب نے علامہ موصوف کی تعبیر پر جو یہ اعتراض کیا ہے کہ اس تعبیر کی کوئی دلیل نہیں ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس تعبیر کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ اس خواب کے بعد اللہ تعالیٰ نے علامہ نیموی رحمہ اللہ کو حدیث میں "آثار السنن" جیسی ایسی بلند پایہ محققانہ کتاب لکھنے کی توفیق عطا فرمادی کہ جس سے آج تک دنیائے غیر مقلدیت میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے۔

باقی زبیر صاحب کے اس الزام کہ علامہ نیموی رَحِمَہُ اللہ نے تاویلات فاسدہ وغیرہ کے ذریعے سے نبی ﷺ کی احادیث کا جنازہ نکالنے کی کوشش کی ہے، اس کی حقیقت ان شاء اللہ ہم آگے تفصیل سے واضح کریں گے، اور یہ ثابت کریں گے کہ انہوں نے علامہ نیموی رحمہ اللہ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ خود اس کے مصداق ہیں، کیونکہ انہوں نے اپنے اس مضمون میں جس قدر بددیانتی، کذب بیانی اور دجل وفریب کا مظاہرہ کیا ہے، اس سے یقیناً انہوں نے انصاف ودیانت کا جنازہ نکال کر رکھ دیا ہے۔

ثالثاً: زبیر علی زئی کا علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ کی کتاب سے یہ حوالہ کہ جو شخص خواب میں جنازہ اٹھاتے ہوئے دیکھے اس کو حرام مال ملے گا، کو نقل کر کے اس سے یہ ثابت کرنا کہ خواب میں رسول اللہ ﷺ کے جنازے (جسد اطہر) کو سر پر اٹھانے کا مطلب۔ اَلْعِیَاذُ بِاللہ۔ حرام مال سر پر اٹھانا ہے، یہ بھی علی زئی کی سراسر جہالت اور گمراہی ہے، کیونکہ علامہ نابلسی رحمہ اللہ عام جنازے کی بات کر رہے ہیں، اور یہ گستاخ اور بدبخت شخص اس کو نبی کریم ﷺ کے جنازے پر منطبق کر رہا ہے، اور آپ ﷺ کے جنازے (جسد اطہر) کو حرام مال سے تشبیہ دے رہا ہے۔ اب اس سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کی گستاخی اور کیا ہو سکتی ہے؟

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

اور پھر علی زئی کی بے انصافی اور ستم ظریفی ملاحظہ ہو کہ وہ ایک طرف تو یہ کہہ رہے ہیں کہ

نیموی صاحب نے اپنے خواب کی جو تعبیر بیان کی ہے اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، جب کہ دوسری طرف وہ علامہ نابلسی رحمہ اللہ کی کتاب "تعطیر الانام" سے اس خواب کی تعبیر بیان کر رہے ہیں، حالانکہ خود علی زئی نے یہ تصریح کی ہے کہ:

خواب کی تعبیر کے نام سے جو کتابیں مارکیٹ میں ہیں، بے دلیل و بے ثبوت ہونے کی وجہ سے ناقابل حجت ہیں۔ مثلاً عبدالغنی النابلسی (بدعتی) کی۔ تعطیر الانام فی تعبیر المنام (الحدیث: ۱۶/۵۰)

اب اگر علامہ نابلسی رحمہ اللہ، علی زئی کی نظر میں ایک بدعتی شخص ہیں، اور ان کی کتاب میں مذکورہ تعبیرات بے دلیل و بے ثبوت ہونے کی وجہ سے ناقابل حجت ہیں، تو پھر علی زئی ان کی بیان کردہ تعبیر کو یہاں علامہ نیموی رحمہ اللہ کے خلاف کیوں اتنی وقعت دے رہے ہیں؟

ع — بے حیا باش و ہر آنچہ خواہی کن

زبیر علی زئی کا مبلغ علم

زبیر صاحب نے لکھا ہے کہ انہوں نے عربی زبان میں "آثار السنن" کے خلاف ایک کتاب "انوار السنن" کے نام سے لکھی ہے، اور بڑے طمطراق سے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ:

میں نے یہ کتاب بعض فارغ التحصیل طلباء کو پڑھائی بھی ہے جس کا ریکارڈ ہمارے پاس آڈیو کیسٹوں کی صورت میں موجود ہے۔ (الحدیث: ۲۱/۵۱)

لیکن ہمیں زبیر صاحب کی علمی قابلیت کو جانچنے کے لئے ان کے کسی ریکارڈ کو دیکھنے کی ضرورت ہی نہیں، اس لئے کہ ان کی یہ اردو عبارت ہی ہمیں عربی میں ان کے مبلغ علم کا ثبوت فراہم کر رہی ہے کہ جس شخص کو یہ بھی معلوم نہیں کہ جو لوگ علم سے فارغ التحصیل ہو جاتے ہیں ان کو علماء کہا جاتا ہے نہ کہ طلباء۔ اگر زبیر علی زئی صاحب کو علمی تعلّی کا اظہار مقصود تھا تو یہ کہنا چاہیے تھا کہ میں نے کئی علماء کو پڑھایا ہے۔ اب جن لوگوں کی علمی قابلیت کا یہ حال ہو اگر وہ بھی یہ دعوے کرنے شروع کر دیں کہ ہم نے علامہ نیموی رحمہ اللہ جیسے محقق کا رد عربی میں لکھ دیا ہے، اور اس کو فارغ التحصیل طلباء کو پڑھا بھی دیا ہے تو پھر علم دین کا اللہ ہی حافظ ہے۔

گل گئے گلشن گئے جنگل دھتورے رہ گئے
اڑ گئے دانا جہاں سے بے شعورے رہ گئے

زبیر علی زئی کے "آثار السنن" پر الزامات کی حقیقت

زبیر علی زئی نے علامہ نیموی رحمۃ اللہ کی مذکورہ کتاب پر جو الزامات لگائے ہیں وہ تین قسم کے ہیں:

(۱) تناقضات کے الزامات

(۲) ضعیف و موضوع احادیث کی تصحیح کرنے کے الزامات

(۳) صحیح احادیث پر جرح کرنے کے الزامات۔

ذیل میں ان الزامات کی حقیقت ملاحظہ ہو۔

تناقضات کے الزامات

زبیر صاحب نے تناقضات کے عنوان کے ذیل میں علامہ نیموی رَحِمَہُ اللہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> نیموی صاحب نے کئی دفعہ ایک ہی راوی کی حدیث کو جب مرضی کے خلاف تھی تو ضعیف قرار دیا ہے، اور دوسری جگہ اس راوی کی حدیث کو جو مرضی کے مطابق تھی صحیح وحسن قرار دیا یا نقل کر کے سکوت کیا ہے۔ (الحدیث:۵۱/۲۱)

پھر انہوں نے علامہ نیموی رحمہ اللہ پر اس طرح کے دس الزامات لگائے ہیں، ہم یہاں ان میں سے ہر ایک الزام کی حقیقت واضح کرتے ہیں۔

پہلا الزام: عیسیٰ بن جاریہ کی تضعیف اور ان کی روایت کی تصحیح

زبیر صاحب نے علامہ نیموی رَحِمَہُ اللہ پر پہلا الزام یہ لگایا ہے کہ انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث جس میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے تراویح کی آٹھ رکعات پڑھی تھیں، کے راوی عیسیٰ بن جاریہ پر جرح کی ہے اور اس کی سند کو درجہ وسط سے گری ہوئی قرار دیا ہے (آثار السنن: ح۷۷۳، ص۳۹۱) جب کہ دوسری طرف نیموی رحمہ اللہ نے "مسند ابی یعلی" (ج۳، ص۳۳۵، ح۱۷۹۹) کی ایک روایت جس میں خطبہ جمعہ کے دوران کلام کرنے کی ممانعت ہے، کے بارے میں لکھا ہے کہ: اسے ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔ آثار السنن: ح۹۶۰ عن جابر رضی اللہ عنہ) حالانکہ اس کی سند میں بھی عیسیٰ بن جاریہ ہے۔ (ملخصاً "الحدیث": ۵۱/۲۲)

جواب۔ علامہ نیموی رَحِمَہُ اللہ کی تحقیق یہی ہے کہ عیسیٰ بن جاریہ ضعیف ہے جیسا کہ انہوں نے اس کی آٹھ رکعات والی حدیث کے ذیل میں تصریح کی ہے۔ باقی انہوں نے اس کی "مسند ابی یعلی" والی روایت کی سند کو جو صحیح کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ "مسند ابی یعلی" ان کے زیر نظر نہیں تھی کیونکہ یہ ان کی وفات کے بہت عرصہ بعد ابھی چند سال پہلے طبع ہو کر آئی ہے۔ علامہ موصوف نے اس کی مذکورہ حدیث کو غالباً علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کی "مجمع الزوائد" (۲/۱۸۵) سے نقل کیا ہے، اور علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے چونکہ اپنی اس مذکورہ کتاب میں اس حدیث کو بحوالہ "مسند ابی یعلی" ذکر کر کے اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے۔ اس لئے علامہ نیموی رحمہ اللہ نے بھی ان کی توثیق پر اعتماد کرتے ہوئے اس حدیث کی سند کو صحیح کہہ دیا ہے۔ جیسا کہ زبیر علی زئی کے مزعومہ استاذ اور ممدوح مولانا محب اللہ راشدی غیر مقلد نے "المعجم الکبیر" للطبرانی رحمہ اللہ کو دیکھے بغیر اس کی ایک حدیث کو محض علامہ ہیثمی رحمہ اللہ کی نقل اور توثیق پر اعتماد کرتے ہوئے قابل حجت و قابل اعتماد قرار دیا ہے، اور لکھا ہے کہ:

> ہم نے حافظ ہیثمی کے کہنے پر اعتماد کیا ہے، جو مجمع الزوائد میں فرمایا ہے، اور "معجم کبیر" حافظ ہیثمی رحمہ اللہ کے سامنے یقیناً تھی، اس لیے ان کی توثیق تو سمجھ میں آتی ہے اور (ہم) اس پر اعتماد بھی کرتے ہیں۔ (مقالات راشدیہ: ۱/۱۰۸)

لہذا اگر علامہ نیموی رحمہ اللہ نے بھی "مسند ابی یعلی" کو دیکھے بغیر امام ہیثمی رحمہ اللہ کی

توثیق پر اعتماد کرکے اس کی حدیث کی سند کو صحیح کہہ دیا ہے، تو ان پر تناقض کا اعتراض عائد نہیں ہو سکتا۔

ثانیاً: آٹھ رکعات والی حدیث میں عیسیٰ بن جاریہ متفرد ہے، اور کوئی راوی اس کا متابع نہیں ہے۔ چنانچہ امام طبرانی رحمہ اللہ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

لا یروی عن جابر بن عبداللہ الا بھذا الاسناد۔ (المعجم الصغیر: ۱/ ۱۹۰)

یہ حدیث حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے صرف اسی (عیسیٰ بن جاریہ کی) سند سے مروی ہے۔

اور پھر عیسیٰ بن جاریہ سے بھی اس حدیث کو روایت کرنے میں اس کا شاگرد یعقوب بن عبداللہ اشعری قمی متفرد ہے، اور وہ بھی ضعیف ہے۔ چنانچہ امام بوصیری رحمہ اللہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد رقم فرماتے ہیں:

ومدار اسناد حدیث جابر ھذا علی یعقوب بن عبداللہ الاشعری وھو ضعیف۔ (اتحاف الخیرۃ المھرۃ مع المطالب العالیۃ: ۲/ ۳۲۳)

حضرت جابرؓ سے مروی اس حدیث کا مدار یعقوب بن عبداللہ اشعری پر ہے، اور وہ ضعیف ہے۔

اب چونکہ اس حدیث کی متابعت میں کوئی صحیح حدیث نہیں ہے، لہٰذا یہ متفرد حدیث ضعیف ہے، جبکہ یعقوب قمی اور عیسیٰ بن جاریہ کی "مسند ابی یعلیٰ" والی روایت (جس میں خطبۂ جمعہ کے دوران کلام کرنے کی ممانعت ہے) کی تائید متعدد صحیح احادیث سے ہوتی ہے کہ جس کی وجہ سے یہ حدیث بھی قوی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ امام بوصیری رحمہ اللہ نے بھی غالباً اسی وجہ سے اس حدیث کی سند کو جید قرار دیا ہے۔ (اتحاف الخیرۃ المھرۃ: ۲/ ۳۳۵، ح ۲۱۹۰) حالانکہ وہ تراویح والی حدیث کو عیسیٰ بن جاریہ کے شاگرد یعقوب قمی کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں، جیسا کہ ابھی بحوالہ گزرا ہے۔

اب کیا علی زئی امام بوصیری رحمہ اللہ (جن کو وہ ائمہ جرح و تعدیل میں سے قرار دے چکے ہیں، اور انہوں نے امام موصوف کے ایک قول سے ابن جاریہ اور یعقوب قمی کو ثقہ ثابت کرنے کی

کوشش بھی کی ہے۔ "الحدیث": ۲۷/ ۱۹) پر بھی تناقض کا الزام عائد کریں گے، کیونکہ وہ بھی علامہ نیموی رحمہ اللہ کی طرح عیسیٰ بن جاریہ کی تراویح سے متعلق متفرد حدیث کو اس کے شاگرد یعقوب قمی کی وجہ سے ضعیف اور اس کی خطبۂ جمعہ میں کلام کرنے کی ممانعت سے متعلق حدیث (جس کو اس سے یعقوب قمی نے ہی روایت کیا ہے) کو اس کے شواہد کی وجہ سے قابل حجت قرار دے رہے ہیں؟ دیدہ باید۔

علاوہ ازیں علامہ نیموی رحمہ اللہ کا عیسیٰ بن جاریہ کو ضعیف قرار دینے کے باوجود اس کی شواہد والی حدیث کو صحیح کہنا خود علی زئی کے اصول کی روشنی میں بھی درست ہے، اس لیے کہ خود علی زئی بھی شواہد کے ساتھ سخت سے سخت ضعیف راویوں کی روایت کو بھی صحیح مانتے ہیں، چنانچہ انہوں نے ایک شدید ضعیف روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ:

اس روایت میں دو راوی عصمہ بن محمد اور عبدالرحمن بن قریش سخت مجروح ہیں لیکن اس کے بہت سے شواہد موجود ہیں۔ اصول حدیث کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ جو روایت شواہد کے ساتھ صحیح ثابت ہو جائے اسے صحیح ہی تسلیم کیا جاتا ہے (تسہیل الوصول، ص ۱۹۷، ح ۳)۔

لہٰذا علامہ نیموی رحمہ اللہ کا اس حدیث کو عیسیٰ بن جاریہ کی وجہ سے ضعیف کہنا، اور خطبہ میں ممانعت کلام والی اس کی حدیث کو اس کے شواہد کی وجہ سے صحیح قرار دینا بالکل درست ہے، جب کہ زبیر صاحب کا علامہ نیموی رحمہ اللہ پر تناقض کا الزام خود اپنے طے شدہ اصول کی روشنی میں بھی باطل ہے۔

دوسرا الزام: العلاء بن الصالح کی تضعیف اور اس کی روایت کی تحسین

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی العلاء بن الصالح نے ایک حدیث بیان کی ہے کہ نبی ﷺ نے آمین بالجہر کی۔ دیکھئے: الخلافیات للبیہقی (قلمی ۱/ ۵۱، الف)

اس روایت کا جواب دیتے ہوئے نیموی صاحب نے العلاء بن الصالح کو ثقہ ثبت راویوں سے باہر نکال کر امام ابن المدینی سے نقل کیا ہے کہ اس نے

منکر حدیثیں بیان کی ہیں۔ (آثار السنن: حاشیہ حدیث نمبر ۳۸۳، ص ۱۹۵)

دوسرے مقام پر العلاء بن صالح کی قنوت وتر والی حدیث کے بارے میں نیموی صاحب لکھتے ہیں:

اسے سراج (مسند السراج ص ۳۰۸، ح ۱۳۳۲) نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن: ۶۲۷)

منکر حدیثیں بیان کرنے والا اور شیعہ راوی اپنی مرضی والی حدیث میں حسن الحدیث ہو گیا ہے۔ (الحدیث: ۳۲/۵۱)

جواب: علاء بن صالح مختلف فیہ راوی ہے، بعض ائمہ نے اس کی توثیق اور بعض ائمہ نے اس پر جرح کی ہے۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ بھی اس کو مختلف فیہ راوی سمجھتے ہیں، اسی لیے انہوں نے اس کے بارے میں جیسے امام ابن مدینی رحمہ اللہ سے جرح نقل کی ہے ایسے ہی انہوں نے اس کی بابت حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے "صدوق له اوهام" کے الفاظ بھی نقل کیے ہیں جو خود زبیر علی زئی کے نزدیک بھی الفاظ توثیق میں سے ہیں اور بقول ان کے ایسے راوی کی منفرد حدیث حسن ہوتی ہے۔ (نور العینین ص ۵۹)

لیکن زبیر علی زئی نے دجل و تلبیس کا مظاہرہ کرتے ہوئے علامہ نیموی رحمہ اللہ سے اس کے بارے میں صرف امام ابن مدینی رحمہ اللہ کی جرح نقل کی ہے، اور علامہ نیموی رحمہ اللہ نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے اس کی جو توثیق نقل کی ہے اس کو چھپا لیا ہے، تاکہ یہ تاثر دیا جائے کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ اس کو مطلق ضعیف سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور علامہ نیموی رحمہ اللہ پر بہتان ہے۔ البتہ علامہ موصوف اس کو ایسا ثقہ وثبت (پختہ کار) بھی نہیں مانتے کہ اس کی روایت کی وجہ سے امام المحدثین شعبہ بن حجاج رحمہ اللہ جو صرف ثقہ وثبت ہی نہیں بلکہ اَوثق (انتہائی ثقہ) اور اثبت (انتہائی پختہ کار) بھی ہیں، کی "آمین بالسر" والی روایت کو مرجوح ثابت کیا جا سکے۔ چنانچہ جب بعض اہل علم نے علاء بن صالح رحمہ اللہ اور محمد بن سلمہ رحمہ اللہ کی روایات کی وجہ سے امام شعبہ رحمہ اللہ کی روایت کو مرجوح ثابت کرنے کی کوشش کی تو علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ان کی تردید میں لکھا ہے:

فمتابعتهما لا تقدح فيما رواه شعبة لانهما ليسا من الاثبات

حتى يقال ان شعبة خالفه الثقات وتكون روايته شاذة غير محفوظة۔ (التعليق الحسن مع آثار السنن ص ۱۹۵)

ان دونوں (علاء بن صالح اور محمد بن سلمہ) کی متابعت والی روایت سے امام شعبہ رحمہ اللہ کی روایت پر کوئی زد نہیں پڑتی کیونکہ یہ دونوں ایسے ثقہ وثبت راویوں میں سے نہیں ہیں کہ کہا جائے کہ امام شعبہ رحمہ اللہ نے ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے، کہ جس کی وجہ سے ان کی روایت شاذ اور غیر محفوظ ہے۔

یہی اصل حقیقت جس کو زبیر علی زئی غیر مقلد نے خواہ مخواہ غلط رنگ دینے کی کوشش کی کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے علاء بن صالح رحمہ اللہ کو مطلق ضعیف کہہ کر اس کی روایت کا رد کیا ہے، حالانکہ موصوف تو اس کی روایت کو امام شعبہ رحمہ اللہ جیسے انتہائی ثقہ راوی کی روایت کے بالمقابل ہونے کی وجہ سے رد کر رہے ہیں۔ شیخ البانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی علاء بن صالح رحمہ اللہ کو ثقہ قرار دینے کے باوجود اس کو حافظے کے اعتبار سے ضعیف قرار دیا ہے۔ (ارواء الغلیل: ۷۴/۲)

اور انہوں نے دوسری جگہ یہ تصریح بھی کی ہے کہ اس قسم کے راوی کی روایت کو کسی ثقہ وثبت راوی کے مقابلے میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔ (ایضاً ۳۷۹/۵) لہذا علامہ نیموی رحمہ اللہ کا اس کی روایت کو امام شعبہ رحمہ اللہ، جو صرف ثقہ وثبت ہی نہیں بلکہ اوثق واثبت ہیں، کی روایت کے مقابلے میں کالعدم قرار دینا بالکل درست ہے۔

رہا علامہ نیموی رحمہ اللہ کا علاء بن صالح کی قنوت وتر والی روایت کو حسن قرار دینا تو اس کا جواب یہ ہے کہ علاء بن صالح رحمہ اللہ کی یہ روایت امام شعبہ رحمہ اللہ وغیرہ کسی ثقہ وثبت راوی کی روایت کے مخالف نہیں ہے، بلکہ علاء رحمہ اللہ نے یہ حدیث کہ وتر میں قنوت پڑھنا مستحب ہے، جس سند (زبید، عن عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ، عن البراء) کے ساتھ روایت کی ہے، بعینہٖ اسی سند کے ساتھ اس کو شعبہ رحمہ اللہ، سفیان ثوری رحمہ اللہ اور شریک نخعی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے، البتہ علاء رحمہ اللہ اور ان تین حضرات کی روایات میں فرق یہ ہے کہ علاء نے سند میں حضرت براءؓ کے نام کا اضافہ کیا ہے، اور ان مذکورہ الفاظ کو حضرت براء بن عازبؓ سے نقل کیا ہے، جب کہ یہ تین حضرات ان الفاظ کو حضرت براءؓ (صحابی) کی بجائے حضرت عبد الرحمان بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ (تابعی کبیر) سے نقل کرتے ہیں۔ (حاشیہ مسند السراج، ص: ۳۲۹ بحوالہ تہذیب الآثار: ۲۹/۲، لابن جریر رحمہ اللہ)

مصنف عبدالرزاق: ۳۱۲/۳)

اب اگر یہ الفاظ حضرت براءؓ کے ہوں یا حضرت عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کے، اس سے روایت کے متن پر کوئی فرق نہیں پڑتا، اس لیے کہ ان دونوں صورتوں میں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ وتر میں قنوت پڑھنا ماضی کے لوگوں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔ اور یہ بالکل درست ہے، کیونکہ متعدد صحیح احادیث سے اس کی تائید ہوتی ہے، اور ان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وتر میں قنوت پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ماضیہ ہے۔ لہٰذا اگر اس حدیث کے متن کو حضرت براءؓ کا قول قرار دیا جائے، یا حضرت ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کا، ان دونوں صورتوں میں یہ حدیث اپنی مؤیدات کی روشنی میں صحیح ثابت ہوتی ہے۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد اس کی مؤید روایات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

وسیاتی روایات أخری فی الباب الآتی، ان شاء اللّٰہ تعالیٰ۔
(آثار السنن: ص ۲۴۴)

اس موضوع سے متعلق دیگر روایات اگلے باب میں آرہی ہیں، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پھر علامہ موصوف نے اگلے باب میں اس حدیث کی تائید میں متعدد صحیح احادیث ذکر کی ہیں۔ (ایضاً ص ۲۴۴ تا ۲۴۷)

ان میں سے متعدد احادیث کو خود معترض زبیر علی زئی نے بھی صحیح تسلیم کیا ہے۔ (حاشیہ نماز نبوی: ص ۲۳۶)

لیکن اس کے باوجود ان کا علامہ نیموی رحمہ اللہ پر اعتراض کرنا محض ان کی حماقت ہے۔

ثانیاً: علاء بن صالح رحمہ اللہ حافظے کے اعتبار سے کمزور ہے، جیسا کہ شیخ البانی رحمہ اللہ کے حوالے سے گزرا ہے، اور ایسے راوی کی منفرد حدیث خود غیر مقلدین کے نزدیک بھی حسن ہوتی ہے، بشرطیکہ اس کی یہ روایت کسی ثقہ وثبت راوی کی مخالف نہ ہو۔ چنانچہ مولانا نذیر احمد رحمانی رحمہ اللہ غیر مقلد (جن کو علی زئی نے اپنا امام قرار دیا ہے، جیسا کہ آگے بحوالہ آرہا ہے) نے ایک راوی عیسیٰ بن جاریہ کے دفاع میں بحوالہ حافظ ابن الصلاح لکھا ہے:

اگر راوی کے انفراد کی صورت یہ ہے کہ جس بات کے بیان کرنے میں وہ متفرد

ہے، یہ بات دوسرے اَحفظ و اَضبط راوی کے بیان کے مخالف نہیں ہے بلکہ (انما ھو امر رواہ ھو ولم یروہ غیرہ) اس نے جو بات کہی ہے، دوسرے اس کے بیان سے ساکت ہیں، تو اب اس راوی کو دیکھنا چاہیے کہ حفظ وضبط کے اعتبار سے کس پایہ کا ہے۔ اگر حفظ وضبط کے اعتبار سے یہ متفرد راوی قابل وثوق ہے تو اس کی روایت مقبول ہے، اور یہ تفرد اس کے لیے کچھ مضر نہیں، اور اگر اس کا حفظ و ضبط (پوری طرح) قابل وثوق نہیں ہے تو بے شک اس کی روایت صحیح نہیں کہی جائے گی، مگر پھر بھی یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ ضعیف ہی ہو۔ اگر حفظ کے اعتبار سے بہت گرا ہوا راوی نہ ہو تو اس کی حدیث حسن ہوگی، اور اگر اس کے خلاف ہو تو البتہ وہ روایت شاذ ومنکر کہی جائے گی۔ (انوار المصابیح ص ۱۴۳)

بنابریں علاء بن صالح رحمہ اللہ (جو حفظ وضبط میں عیسیٰ بن جاریہ سے کسی طور پر بھی کم نہیں ہے) کی قنوت وتر والی روایت جو کسی ثقہ ثبت راوی کے مخالف نہیں ہے، حسن ہے، جب کہ اس کی آمین بالجہر والی روایت، امام شعبہ رحمہ اللہ جیسے اَوثق، اَحفظ اور اَتقن راوی کی روایت کے مخالف ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ لہٰذا علامہ نیموی رحمہ اللہ نے اس کی قنوت وتر والی روایت کو جو حسن اور اس کی آمین بالجہر والی روایت کو ضعیف کہا ہے، یہ ان کا فیصلہ خود غیر مقلدین کے مُسلمات کی روشنی میں بھی درست ہے، اور زبیر علی زئی کا ان پر تناقض الزام لگانا خود ان کے اپنے امام (مولانا رحمانی رحمہ اللہ) کے فیصلے کے بھی خلاف ہے۔

تیسرا الزام: ابراہیم بن محمد کو ضعیف اور اُن کی روایت کو جید قرار دینا

زبیر علی زئی غیر مقلد قمطراز ہیں:

ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی نامی ایک متروک ومتہم راوی نے حنفیوں کے خلاف ایک روایت بیان کی ہے، جس پر جرح کرتے ہوئے نیموی صاحب نے ابن ابی یحییٰ مذکور کو متروک قرار دینے کے ساتھ اس پر کذاب وغیرہ کی جرحیں نقل کی ہیں (آثار السنن حاشیہ حدیث ۵۲۲، ص ۲۶۵)

دوسری طرف ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم کی قبر پر کنکریاں ڈالی تھیں، اسے امام شافعی نے (مسند شافعی ج ۱ ص ۲۱۵، ح ۵۹۹)

اخبرنا ابراہیم بن محمد عن جعفر بن محمد عن ابیہ" کی سند سے روایت کیا ہے۔ اس روایت کے بارے میں نیموی صاحب لکھتے ہیں: واسنادہ مرسل جید۔ اور اس کی سند مرسل اچھی (عمدہ) ہے۔ (آثار السنن: ۱۱۰۳)

اگر گستاخی نہ ہو تو عرض ہے کہ متروک و کذاب راوی کی مرسل کس طرح جید (اچھی) ہو سکتی ہے؟ (الحدیث: ۵۱/۲۳)

جواب: علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ اسلمی رحمہ اللہ کی جس روایت پر جرح کی ہے اس کا پس منظر یوں ہے کہ: "صحیحین" (بخاری و مسلم) میں حضرت جابر بن عبداللہ ؓ سے مروی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل ؓ حضور ﷺ کے ساتھ عشاء کی نماز میں شریک ہوتے تھے، اور پھر جا کر اپنی قوم کو وہی نماز پڑھاتے تھے۔

اس حدیث کے بعض طرق (مصنف عبدالرزاق وغیرہ) میں ابن جریج رحمہ اللہ نامی راوی نے دیگر راویوں کی مخالفت کرتے ہوئے اس حدیث میں ان الفاظ کا اضافہ کر دیا کہ "هِيَ لَهُ تَطَوُّعٌ وَلَهُمْ فَرِيْضَةٌ۔" یہ نماز (جو حضرت معاذؓ اپنی قوم کو پڑھاتے تھے) ان کے لئے بطور نفل اور ان کی قوم کے لئے بطور فرض تھی۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام ابن الجوزی رحمہ اللہ اور امام طحاوی رحمہ اللہ کے حوالے سے اس زیادت کو غیر محفوظ قرار دیا ہے۔ اور پھر علامہ موصوف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے قول کہ یہ زیادت امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی اپنی "مسند" میں روایت کی ہے جو ابن جریج کی روایت کے لیے متابع ہے، کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ متابعت کالعدم ہے کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ابراہیم بن ابی یحییٰ اسلمی رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے اور وہ متروک ہے، پھر اس کے خلاف جرح نقل کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

ان هذه الزيادة قد تفرد بها ابن جريج ولا يتابع عليها بمتابع صحيح۔

اس زیادت (هی تطوع لہ......) کے ساتھ ابن جریج رحمہ اللہ منفرد ہے،

اور اس کی متابعت میں کوئی صحیح روایت نہیں ہے۔ (مصلہ التعلیق الحسن مع آثار السنن: ص۲۶۴، ۲۶۵)

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ابراہیم اسلمی رحمہ اللہ کی اس روایت پر، جس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ابن جریج رحمہ اللہ کی روایت کے لیے متابع قرار دیا ہے، جو جرح کی ہے وہ بجا ہے کیونکہ ایسے متروک راوی کی منفرد حدیث کو دوسری کسی ایسی منفرد حدیث، جو کئی ثقہ راویوں کی احادیث کے مخالف ہو (جیسے یہاں ابن جریج رحمہ اللہ کی روایت ہے) کے لیے متابع قرار دینا غلط ہے، اس لیے کہ ایسی صورت میں متروک راوی کی متابعت کالعدم ہوتی ہے۔

اس کے برعکس علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ابراہیم اسلمی رحمہ اللہ کی جس روایت کہ نبی ﷺ نے اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم ؓ کی قبر پر کنکریاں ڈالی تھیں، کو جید قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ابراہیم موصوف اپنی اس روایت میں متفرد نہیں ہے اور نہ ہی اس نے یہاں کسی ثقہ راوی کی مخالفت کی ہے۔ بلکہ اس کی متابعت دیگر کئی صحیح احادیث سے بھی ہوتی ہے، خود علامہ نیموی رحمہ اللہ نے بھی اس کی تائید میں دو مرسل روایات ذکر کی ہیں، جو اسلمی کی روایت کی طرح حضرت جعفر بن محمد رحمہ اللہ سے ہی مروی ہیں۔ (آثار السنن: ح۱۱۰۵، ص۵۲۳)

اور علمائے غیر مقلدین بھی اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں، چنانچہ مولانا عبدالرؤف سندھو (جن کو زبیر علی زئی غیر مقلد نے محققین میں شمار کیا ہے۔ الحدیث: ۱۲/۱۷) نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے، اور اس کے بارے میں لکھا ہے:

یہ روایت ایک تو مرسل ہے۔ نیز اس کی سند میں امام شافعی رحمہ اللہ کا شیخ ابراہیم بن محمد اسلمی ہے جو متہم ہے۔ مگر حدیث صحیح ہے جیسا کہ اس کے بعد والی حدیث میں آ رہا ہے۔ (القول المقبول: ص۷۳۰)

اور پھر دلچسپ بات یہ ہے کہ خود زبیر علی زئی غیر مقلد یہاں تو ابراہیم اسلمی کو متروک اور متہم کہہ رہے ہیں، لیکن دوسری طرف جب مشہور غیر مقلد مولانا محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "صلوۃ الرسول" میں اس کی اسی مذکورہ حدیث (جس کو علامہ نیموی رحمہ اللہ نے جید کہا ہے) سے استدلال کیا تو زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس کی تخریج میں صرف "مشکوۃ" کا حوالہ دے کر چپ سادھ لی، اور اس پر ادنیٰ سا نقد بھی نہیں کیا۔ (تسہیل الوصول: ص۳۶۱، حاشیہ نمبر ۵)

حالانکہ یہ حدیث "مشکوۃ" میں اسی ابراہیم اسلمی کی سند سے مروی ہے۔ (مشکوۃ المصابیح مع تحقیق الالبانی: ۱/۵۳۵)

اسی طرح علی زئی نے اسلمی مذکور کی ایک روایت کو صحیح بھی قرار دیا ہے۔ (تحصیل الوصول، ص۳۳۸)

اب جو لوگ خود سر تا پا تناقضات کے گہرے سمندر میں غرق ہوں، ان کو علامہ نیموی رحمہ اللہ جیسے محقق پر تناقضات کا الزام لگانے سے پہلے آئینے میں اپنا چہرہ ضرور دیکھ لینا چاہیے۔

اپنا چہرہ اگر تم کبھی دیکھتے
پھر کسی میں نہ کوئی کمی دیکھتے

چوتھا الزام: ابوغالب کی روایت مجروح بھی اور حسن بھی

زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے:

جمہور کے نزدیک ایک موثق راوی ابوغالب نے ایک ایسی روایت بیان کی ہے جس سے ایک وتر پڑھنے کا ثبوت ملتا ہے۔ اس روایت پر جرح کرتے ہوئے نیموی صاحب ابوغالب مذکور پر "میزان الاعتدال" سے "فیہ شئی" اور بیہقی سے "غیر قوی" کی جرح نقل کی ہے۔ (آثار السنن، حاشیہ حدیث ۶۰۲، ص۳۱۴)

آگے چلیے، ابوغالب مذکور نے وتر کے بعد بیٹھ کر دو رکعتوں والی حدیث بیان کی ہے جس میں سورۃ زلزال اور سورۃ الکافرون کی تلاوت کی جاتی ہے۔

نیموی صاحب فرماتے ہیں:

اسے احمد اور طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن: ۶۷۱ عن ابی امامہ رضی اللہ عنہ)

معلوم ہوا کہ ابوغالب مذکور جب ایک وتر والی روایت میں ہوں تو قوی نہیں ہیں اور اگر مرضی والی روایت میں ہوں تو حسن الحدیث ہیں۔ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔ (الحدیث: ۵۱/۳۳)

جواب: زبیر علی زئی غیر مقلد نے یہاں بھی اپنے روایتی دجل و فریب سے کام لیتے ہوئے علامہ

نیموی رحمہ اللہ کے کلام کو خلط ملط کر کے پیش کیا ہے۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ابوغالب کی ایک وتر والی حدیث کو صرف ابوغالب کی وجہ سے ضعیف نہیں قرار دیا، بلکہ اس کے ساتھ انہوں نے اس روایت کے ضعف کی وجہ ابوغالب کے شاگرد معتمر بن تیم بصری کا مجہول (نامعلوم التوثیق) ہونا بھی بیان کیا ہے، چنانچہ علامہ موصوف اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

فیہ معتمر بن تمیم البصری لا ادری من ہو عن ابی غالب وفیہ شئی کذا فی المیزان، وقال البیہقی غیر قوی۔ (التعلیق الحسن مع آثار السنن، ص۳۱۴)

اس روایت میں ایک راوی معتمر بن تیم بصری ہے جس کو میں نہیں جانتا کہ یہ کون ہے؟ اور اس نے یہ روایت ابوغالب سے روایت کی ہے جس میں کلام ہے جیسا کہ "میزان الاعتدال" میں ہے، اور امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ قوی نہیں ہے۔

یہاں علامہ نیموی رحمہ اللہ اس روایت کے ضعف کی دو وجہیں بیان کر رہے ہیں، معتمر بصری کا نامعلوم التوثیق اور ابوغالب کا متکلم فیہ ہونا۔

اب اگر اس روایت میں صرف ابوغالب کی وجہ ہوتی تو ابوغالب کے متکلم فیہ اور مختلف فیہ ہونے کے باوجود اس روایت کو متابعت قویہ کی صورت میں قابل استدلال قرار دینے کی گنجائش تھی، لیکن جب اس کے ساتھ اس کا شاگرد معتمر بصری بھی مجہول ہے تو پھر اس روایت کو کیسے قابل استدلال قرار دیا جا سکتا ہے؟ چنانچہ اسی وجہ سے علامہ نیموی رحمہ اللہ بھی اس کو ناقابل استدلال قرار دیتے ہیں۔ بالخصوص جب کہ اس حدیث کی تائید بھی کسی صحیح السند مرفوع حدیث سے نہیں ہوتی، اور کل ذخیرہ حدیث میں کوئی ایسی صحیح اور صریح روایت نہیں ہے جس میں آتا ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک رکعت وتر کی پڑھی ہے یا صرف ایک رکعت وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ جیسا کہ راویان حدیث سے متعلق تناقضات کے الزامات کے جواب میں بحوالہ آ رہا ہے۔

اس کے برعکس ابوغالب نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے والی جو حدیث روایت کی ہے، اس میں ابوغالب کے علاوہ کوئی اور خرابی نہیں ہے، لہٰذا ایسا راوی جس کی بعض ائمہ نے توثیق اور بعض نے تضعیف کی ہو، کی روایت باقرار غیر مقلدین حسن ہوتی ہے، جیسا کہ مولانا محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ:

جب راوی مختلف فیہ ہو تو اس کی حدیث حسن ہوتی ہے۔ (خیر الکلام: ص ۲۳۸)

بالخصوص جب یہ روایت دیگر احادیث سے بھی مؤید ہے۔ چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ اور مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ غیر مقلد، وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنے سے متعلق ایک حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> و قد روی نحو ہذا عن ابی امامۃ و عائشۃ و غیر واحد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ (جامع الترمذی: ۴۷۱؛ التعلیق المغنی: ۲/۳۱۴)
>
> حضرت ابوامامہؓ حضرت عائشہؓ اور دیگر کئی صحابہؓ سے بھی منقول ہے کہ انہوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح (وتروں کے بعد دو رکعت پڑھنا) روایت کیا ہے۔

اس لیے یہ حدیث اگر بالفرض ضعیف بھی ہے تو ان شواہد کی وجہ سے اس کو حسن کہنا صحیح ہے، کیونکہ خود غیر مقلدین کے محقق اعظم مولانا عبد الرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ نے تصریح کی ہے کہ:

> کسی روایت ضعیف کو بوجہ اس کے شواہد کے حسن کہنا صحیح ہے۔ (مقالات مبارکپوری: ص ۲۲۶)

علاوہ ازیں مولانا محب اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی ابو غالب رحمہ اللہ کو متکلم فیہ قرار دینے کے باوجود اس کی مذکورہ روایت کو صحیح قرار دیا ہے، چنانچہ موصوف اس روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> خلاصہ کلام کہ اس حدیث کی سند کے سب رواۃ ثقات ہیں، اور اس میں کوئی راوی مدلس بھی نہیں، لہٰذا علت بھی نہیں اور نہ کہیں انقطاع وغیرہ کی علت ہے، لہٰذا یہ حدیث اگر صحیح لذاتہ نہیں ہے، کیونکہ ایک راوی ابو غالب میں ضبط کی کمی ہے، تو لذاتہ سے کم رتبہ بھی نہیں۔ بلکہ دوسری احادیث سے جو آگے آرہی ہیں، تقویت پکڑ کر صحیح لغیرہ بن جائے گی۔ (مقالات راشدیہ: ۱/۳۲۱)

اب یہاں مولانا راشدی رحمہ اللہ بھی ابو غالب رحمہ اللہ کو متکلم فیہ قرار دینے کے باوجود اس کی متابعت والی روایت کو صحیح قرار دے رہے ہیں، اور وہ یہ بھی تصریح کر رہے ہیں کہ اس میں ابو غالب

کے علاوہ اور کوئی خرابی بھی نہیں ہے۔

لہٰذا خود غیر مقلدین کے مسلمات کی روشنی میں بھی علامہ نیموی رحمہ اللہ کا ابو غالب رحمہ اللہ کی اس متابعت والی حدیث کو حسن قرار دینا، جب کہ علامہ موصوف کا اس کی ایک وتر والی روایت، جس میں ابو غالب کے متکلم فیہ ہونے کے ساتھ اس کا شاگرد بھی نامعلوم التوثیق ہے، نیز اس کی اس روایت کی کوئی قوی متابعت بھی نہیں ہے، کو ضعیف کہنا بالکل درست ہے، اور زبیر علی زئی غیر مقلد کا علامہ نیموی رحمہ اللہ پر یہ اعتراض بھی ان کے دیگر اعتراضات کی طرح فضول ہے۔

پانچواں الزام: عبد اللہ بن سلمہ کی روایت مردود بھی اور مقبول بھی

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

> عمرو بن مرہ (ثقہ) نے عبد اللہ بن سلمہ سے ایک روایت بیان کی ہے جس میں لکھا ہوا ہے کہ ہمیں عبد اللہ (بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے دوپہر (یا چاشت) کے وقت نماز جمعہ پڑھائی اور فرمایا:
>
> مجھے تمہارے بارے میں گرمی کا ڈر تھا۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ج ۲، ص ۱۰۷)
>
> نیموی صاحب رحمہ اللہ نے اس روایت کو "لیس بالقوی" یہ قوی نہیں ہے، کہتے ہوئے عبد اللہ بن سلمہ پر تغیر (اختلاط) کی جرح کر دی ہے۔ (آثار السنن: ۲۹۰)
>
> دوسرے مقام پر یہی نیموی صاحب ایک لمبی روایت جس میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ایک وتر پڑھنے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر سوال کرنے کا ذکر ہے، کے بارے میں لکھتے ہیں: اسے طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن: ۶۰۵ عن عبد اللہ بن سلمہ)
>
> یاد رہے کہ یہ روایت عبد اللہ بن سلمہ سے عمرو بن مرہ ہی نے بیان کر رکھی ہے۔ (الحدیث: ۲۴/۵۱)

جواب: علامہ نیموی رحمہ اللہ نے عبد اللہ بن سلمہ رحمہ اللہ کی ان دونوں حدیثوں پر جو مختلف حکم لگایا ہے وہ علامہ موصوف کا تناقض نہیں ہے، بلکہ زبیر علی زئی غیر مقلد کا ان پر اعتراض کرنا خود ان کی اپنی جہالت اور اصول حدیث سے ان کی بے خبری کی دلیل ہے۔ اس لیے کہ عبد اللہ بن سلمہ رحمہ اللہ نے جو روایت حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس میں یہ متفرد ہیں، اور اس روایت

کے علاوہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کوئی روایت ایسی ثابت نہیں ہے کہ جس سے عبداللہ بن سلمہ کی مذکورہ روایت کی تائید ہوتی ہو اور یہ ثابت ہوتا ہو کہ حضرت ابن مسعودؓ زوال سے پہلے جمعہ پڑھتے تھے۔ بلکہ مولانا عبدالرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ صاحب غیر مقلد نے تو یہ بھی تصریح کی ہے:

واما ما ذهب اليه بعضهم انها تجوز قبل الزوال فليس فيه حديث صحيح صريح۔ (تحفۃ الاحوذی: ۱/۳۶۱)

اور جو بعض لوگوں کا مذہب ہے کہ جمعہ زوال سے پہلے بھی جائز ہے تو اس مذہب کی تائید میں ایک بھی صحیح اور صریح حدیث نہیں ہے۔

مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی لکھا ہے کہ:

صحیح حدیثیں اور چاروں خلیفوں اور ماسوا ان کے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار اسی پر ہیں کہ جمعہ کی نماز کا وقت سورج ڈھلنے کے بعد ہے، اور جو روایتیں اس مضمون کے برخلاف آئی ہیں وہ سب کی سب ضعیف یا محتمل ہیں جو صحیح روایتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ (فتاویٰ غزنویہ، ص ۱۵۵؛ فتاویٰ علمائے حدیث: ۲/۱۵۲)

نیز انہوں نے عبداللہ بن سلمہ کی مذکورہ روایت کو اس کے اختلاط اور تغیر حفظ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ (ایضاً: ۲/۱۵۳)

اس کے برعکس عبداللہ بن سلمہ رحمہ اللہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے وتر والی جو حدیث روایت کی ہے، اس کی تائید میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے مروی کئی احادیث ہیں، صرف امام طحاوی رحمہ اللہ کی "شرح معانی الآثار" (جس کے حوالے سے علامہ نیموی رحمہ اللہ نے یہ حدیث روایت کی ہے) میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ایک وتر کے بارے میں عبداللہ بن سلمہ کی روایت کے علاوہ کم از کم تین احادیث مروی ہیں۔ (شرح معانی الآثار: ۱/۲۰۳)

خود علامہ نیموی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کی تائید میں امام بیہقی رحمہ اللہ کی "معرفۃ السنن والآثار" سے ایک حدیث نقل کی ہے۔ (آثار السنن، ص ۳۱۱)

لہٰذا علامہ موصوف کا عبداللہ بن سلمہ رحمہ اللہ کی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث کو ان کے تفرد اور ان کی روایت کی عدم متابعت کی وجہ سے غیر قوی قرار دینا، اور ان کی

حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث کو کئی متابعات معتبرہ کی وجہ سے حسن کہنا بالکل درست اور اصول حدیث کے عین مطابق ہے، خود زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ بیان الزام نمبرا کے جواب میں گزرا ہے کہ: اصول حدیث کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ جو روایت شواہد کے ساتھ صحیح ثابت ہو جائے اسے صحیح تسلیم کرنا چاہیے۔ لیکن اس کے باوجود ان کا علامہ نیموی رحمہ اللہ پر اعتراض کرنا ان کی جہالت اور حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟

نیز مشہور غیر مقلد عالم مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ نے بھی علامہ نیموی رحمہ اللہ کی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پر عبداللہ بن سلمہ کے تغیر حفظ کی وجہ سے جرح کی ہے (التعلیق المغنی: ۲/۲۲) جب کہ انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے ایک وتر والی حدیث کو ثابت مانا ہے، اور اس بابت مختلف روایات بھی نقل کی ہیں (ایضاً: ۲/۳۲، ۳۰)

لہٰذا زبیر علی زئی غیر مقلد کا علامہ نیموی رحمہ اللہ پر یہ الزام بھی مردود ہے۔

زبیر علی زئی غیر مقلد کو علامہ نیموی رحمہ اللہ پر تناقضات کا الزام لگانے کا تو بڑا شوق ہے، لیکن وہ خود اپنے گریبان میں نہیں جھانکتے کہ وہ خود تناقضات کے کتنے بھیانک جنگل میں پھر رہے ہیں۔ مثلاً زبیر علی زئی غیر مقلد کے اسی الزام کے ذیل میں ہی دیکھ لیجیے کہ انہوں نے یہاں علامہ نیموی رحمہ اللہ کے الفاظ: "لیس بالقوی" کا ترجمہ کیا ہے: یہ قوی نہیں ہے۔ جب کہ دوسری جگہ انہوں نے "لیس بالقوی" کے ترجمہ: یہ قوی نہیں ہے، کو غلط قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ:

القوی نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قوی بھی نہیں ہے۔ (نور العینین، ص ۳۳)

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

علاوہ ازیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث بظاہر علامہ نیموی رحمہ اللہ کے مسلک کے خلاف ہے، کیونکہ وہ ایک کے بجائے تین وتر کے قائل ہیں، اس کے باوجود انہوں نے اس کی سند کو حسن کہا ہے، جو کہ ان کے غیر متعصب ہونے کی واضح دلیل ہے۔ لیکن پھر بھی زبیر علی زئی غیر مقلد ان پر تعصب اور بے انصافی کے الزامات لگا کر اپنے متعصب اور بے انصاف ہونے کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔

ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

چھٹا الزام: حسن بن ذکوان قدری اور مدلس بھی اور اس کی روایت حسن بھی

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

حسن بن ذکوان نامی ایک راوی نے عن کے ساتھ مروان الاصفر سے ایک روایت بیان کی ہے جس میں آیا ہے کہ (سیدنا) ابن عمر رضی اللہ عنہ نے قبلے کی طرف رخ کر کے پیشاب کیا تھا۔ (سنن ابی داؤد: ۱۱)

اس روایت کے بارے میں نیموی صاحب لکھتے ہیں:

اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن: ۷۳)

نیموی صاحب دوسری جگہ اپنا لکھا ہوا بھول کر ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: حسن بن ذکوان سچے ہیں، غلطیاں کرتے تھے، ان پر قدریہ میں ہونے کا الزام ہے اور وہ تدلیس کرتے تھے۔ (آثار السنن: ۳۳۷، بحوالہ تقریب التھذیب)

عرض ہے کہ جب وہ تدلیس کرتے تھے تو ان کی بیان کردہ (سنن ابی داؤد وغیرہ) والی روایت جس میں تصریح سماع نہیں ہے، کیوں کر حسن ہو گئی ہے؟ (الحدیث: ۵۱/۳۴)

جواب: زبیر علی زئی غیر مقلد علامہ نیموی رحمہ اللہ کی مخالفت و دشمنی میں اس قدر اندھے ہو چکے ہیں کہ وہ ان کو بدنام کرنے کے لئے دجل و تلبیس اور خیانت کرنے سے بھی دریغ نہیں کر رہے، چنانچہ انہوں نے یہاں بھی اپنے اس روایتی اور شرمناک کردار کا مظاہرہ کرتے ہوئے علامہ نیموی رحمہ اللہ پر یہ الزام لگا دیا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کی حدیث نمبر ۳۳۷ (جس میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ فجر کے بعد نماز پڑھ رہا ہے، (حضور ﷺ کے استفسار پر) اس نے کہا: یا رسول اللہ! میں نے فجر کی دو رکعت (سنت) نہیں پڑھی تھیں جن کو میں اب پڑھ رہا ہوں، آپ نے اس پر اس کو کچھ نہیں فرمایا) کو محض حسن بن ذکوان کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہا ہے، حالانکہ یہ بات بالکل غلط اور محض علامہ نیموی رحمہ اللہ پر افتراء ہے، علامہ نیموی رحمہ اللہ نے تو اس حدیث کے ضعف کی اصل وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس حدیث کا بنیادی راوی جس نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث بیان کی ہے وہ مبہم اور مجہول ہے، کیونکہ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے اس کو "عَنْ رَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ" کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔ اب یہ معلوم نہیں کہ یہ انصاری

آدمی صحابی ہے یا نہیں؟ اور نہ ہی اس نے رسول اللہ ﷺ سے سماع کی تصریح کی ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اس شخص کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے، بالخصوص جب کہ عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرنے میں کثیر الارسال ہیں۔ یعنی وہ اکثر جب صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں تو اس شخص کا واسطہ کہ جس سے انہوں نے یہ حدیث سنی ہے، چھوڑ کر صحابی کا نام لے لیتے ہیں۔ پھر علامہ نیموی رحمہ اللہ نے اس کی دلیل میں "مصنف ابن ابی شیبہ" کی روایت پیش کی ہے جس میں عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے اس حدیث کو مرسل (بلا واسطہ صحابی رضی اللہ عنہ) بیان کیا ہے، اور علامہ نیموی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث "محلی ابن حزم" کی حدیث (جس کو عطاء بن ابی رباح سے حسن بن ذکوان نے بیان کیا ہے) سے زیادہ راجح ہے۔ (ملخصہ التعلیق الحسن مع آثار السنن، ص ۳۶۷)

اس تفصیل سے یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ کے نزدیک اس حدیث کے ضعف کی اصل وجہ اس حدیث کے مرکزی راوی جو نا معلوم انصاری ہے، کی جہالت ہے، نہ کہ حسن بن ذکوان کی تدلیس، جیسا کہ زبیر علی زئی غیر مقلد غلط تاثر دینا چاہتے ہیں۔ البتہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے حسن بن ذکوان کی سند پر "مصنف ابن ابی شیبہ" کی سند کو ترجیح دی ہے، کیونکہ اس میں عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے اس حدیث کو روایت کرنے والے عبد الملک بن ابی سلیمان عرزمی رحمہ اللہ ہیں، جو حسن بن ذکوان رحمہ اللہ سے زیادہ ثقہ ہیں، اور ان کا مدلس ہونا بھی معلوم نہیں ہے (ان کے حالات کے لئے دیکھئے تہذیب التھذیب: ۳/۲۹۷ وغیرہ) لہٰذا ان کی یہ روایت حسن بن ذکوان کی روایت پر راجح ہے۔

رہا زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ کہنا کہ اگر حسن بن ذکوان رحمہ اللہ تدلیس کرتے تھے جیسا کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے تو پھر ان کی "سنن ابی داؤد" والی حدیث جس کو انہوں نے عن سے بیان کیا ہے، کو علامہ نیموی رحمہ اللہ نے حسن کیوں قرار دیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کہ جن کے حوالے سے علامہ نیموی رحمہ اللہ نے حسن بن ذکوان کو مدلس کہا ہے، انہوں نے خود ہی اس کی مذکور حدیث کی سند کو "لا بأس به" قرار دیا ہے۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۱/۳۲۹)

اور زبیر علی زئی غیر مقلد نے "لا بأس به" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ:

یعنی یہ سند حسن ہے۔ (تسهيل الوصول، ص ۳۸)

لہٰذا جب حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ابن ذکوان رحمہ اللہ کو مدلس کہنے کے باوجود اس کی روایت کو حسن تسلیم کر رہے ہیں تو اب زبیر علی زئی غیر مقلد کو چاہیے کہ وہ علامہ نیموی رحمہ اللہ (جو محض ناقل ہیں) پر تناقض کا الزام لگانے سے پہلے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کو متناقض قرار دیں۔ دیدہ باید۔

نیز زبیر علی زئی غیر مقلد کے انتہائی ممدوح شیخ البانی غیر مقلد نے بھی اس حدیث کی سند کو حسن کہا ہے۔ (تحقیق المشکاۃ: ۱/۱۲۰) حالانکہ وہ بھی اس کو مدلس اور "صدوق یخطئی" قرار دیتے ہیں۔ (سلسلة الاحاديث الصحيحة: ۳۰۱۲)

مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی متعدد ائمہ سے اس حدیث کی تصحیح و تحسین نقل کی ہے۔ (التعليق المغني على سنن الدارقطني: ۱/۸۴)

مولانا مبارکپوری صاحب رحمہ اللہ نے بھی علامہ نیموی رحمہ اللہ کی اس تحسین کو برقرار رکھا ہے۔ (ابکار المنن، ص ۵۶)

ثانیاً: باقرار غیر مقلدین حسن بن ذکوان رحمہ اللہ کی اس حدیث کی تائید حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری حدیث سے بھی ہوتی ہے جو "صحیح بخاری" (۱۴۵) وغیرہ میں مروی ہے۔ (نيل الاوطار: ۱/۶۷، التعليقات السلفية: ۱/۶۵)

اور خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے یہ لکھا ہے کہ:

مدلس کی اگر معتبر متابعت ثابت ہو جائے تو اس کی روایت قوی ہو جاتی ہے۔
(نور العینین، ص ۱۲۳)

بنا بریں جب حسن بن ذکوان مدلس کی روایت کی معتبر متابعت ثابت ہے تو پھر زبیر علی زئی غیر مقلد کا علامہ نیموی رحمہ اللہ پر تناقض کا الزام بھی باطل ہو گیا، اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ اپنا لکھا ہوا نہیں بھولے بلکہ زبیر علی زئی غیر مقلد خود اپنا لکھا ہوا اصول بھول گئے ہیں۔

ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بات کے قائل تھے کہ اگر کھلے میدان میں قبلے کی طرف منہ کر کے پیشاب کیا جائے تو ناجائز ہے، لیکن اگر آدمی اور قبلے کے درمیان کوئی پردہ حائل ہو تو پھر جائز ہے۔ لیکن باقرار غیر مقلدین یہ ان کا تفرد ہے، اور ان کا یہ

موقف احادیث مرفوعہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار سے متصادم ہونے کی وجہ سے ناقابل عمل ہے۔

چنانچہ شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ غیر مقلد اس حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

لكن الحديث ليس صريحاً في الرفع فلا يعارض به النصوص العامة۔ (تحقیق المشکاۃ: ۱/۱۲۰)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مرفوع حدیث ہونے میں صریح نہیں ہے، لہٰذا یہ دیگر عام نصوص (جن میں قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنے کی ممانعت آئی ہے) سے معارض نہیں ہو سکتی۔

علاوہ ازیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث بھی بظاہر علامہ نیموی رحمہ اللہ کے مسلک کے خلاف ہے، لیکن اس کے باوجود ان کا اس روایت کی سند کو حسن کہنا ان کے باکمال انصاف وعدم تعصب کی واضح دلیل ہے۔ لہٰذا اس سے بھی زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ مذہبی تعصب کی وجہ سے احادیث کی تصحیح یا تضعیف کرتے ہیں۔

ساتواں الزام: سعید بن أبی عروبہ مدلس بھی اور اس کی روایت حسن بھی

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

سعید بن ابی عروبہ مشہور ثقہ مدلس راوی ہیں..... سعید بن ابی عروبہ کے بارے میں علامہ نیموی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وہ بہت زیادہ تدلیس کرتے تھے، انہوں نے اسے عن سے روایت کیا ہے۔ (آثار السنن ح ۵۵۰ کا حاشیہ، ص ۳۸۹)

دوسری طرف ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ وتر کی تین رکعتوں میں صرف آخری رکعت میں سلام پھیرتے تھے۔ (سنن النسائی، ۲/۲۳۵، ح ۱۷۰۲)

یہ روایت سعید بن ابی عروبہ نے عن قتادہ..... کی سند سے بیان کر رکھی ہے اور نیموی صاحب لکھتے ہیں۔ اسے نسائی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن: ۶۱۱)

اس کی سند حسن کس طرح ہوگی جبکہ بقول نیموی سعید بن ابی عروبہ کثیر التدلیس ہیں، اور مدلس راوی کے بارے میں نیموی بذات خود لکھتے ہیں کہ مدلس کی عن

والی روایت حجت نہیں ہوتی۔ (دیکھئے آثار السنن حاشیہ حدیث:۳۵۳، ص۱۶۰)۔(الحدیث:۱۵/۲۵)

جواب: علامہ نیموی رحمہ اللہ نے جس حدیث پر سعید بن ابی عروبہ کی تدلیس کی وجہ سے اعتراض کیا ہے اس میں یہ متفرد ہے، اور بقول علامہ نیموی رحمہ اللہ اس کے مدلس ہونے کے علاوہ اس روایت کی سند میں دو راوی یحییٰ بن ابی طالب اور مطر وراق بھی متکلم فیہ ہیں، اور اس روایت کی کوئی معتبر متابعت بھی ثابت نہیں ہے۔(التعلیق الحسن، ص۲۸۹)

بلکہ اس موضوع (نماز میں بھول کر بات کرنے سے نماز نہ ٹوٹنے) سے متعلق تمام احادیث بتصریح علامہ نیموی رحمہ اللہ محل نظر ہیں۔(آثار السنن ص۲۸۹)

لہٰذا سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ کی یہ روایت ضعیف ہے اس کے برعکس اس نے وتر کی آخری رکعت کے بعد سلام پھیرنے والی جو حدیث روایت کی ہے اس کی متابعت میں متعدد صحیح احادیث ہیں، خود علامہ نیموی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی متابعت میں کم از کم چار صحیح السند احادیث نقل کی ہیں۔(آثار السنن: ح۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۶، ۶۱۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ، سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ کی ایک حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> و سعید مع کونہ مدلسا و قد عنعنہ، فانہ ممن اختلط۔ و انما قلت ان الحدیث حسن لاعتضادہ بالحدیث الذی بعدہ۔ (نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار: ۱/۱۴۴)
>
> سعید (بن ابی عروبہ رحمہ اللہ) اگرچہ مدلس ہیں، اور انہوں نے اس حدیث کو عن سے بیان کیا ہے، نیز یہ ان راویوں میں سے ہیں کہ جن کو عارضہ اختلاط لاحق ہو گیا تھا، لیکن اس کے باوجود میں نے ان کی اس حدیث کو اس لیے حسن قرار دیا ہے کیونکہ یہ حدیث اپنی مابعد حدیث سے مؤید ہے۔

اور حافظ موصوف نے سعید بن ابی عروبہ رحمہ اللہ کی مذکورہ حدیث (جس پر علی زئی نے اعتراض کیا ہے) کو معرض استدلال میں ذکر کر اس پر غالباً اسی لیے کوئی نقد نہیں کیا کیونکہ یہ بھی متعدد احادیث سے مؤید ہے، نیز حافظ موصوف نے اس حدیث کو اس مضمون کی ایک دوسری

حدیث پر راجح قرار دیا ہے۔(ایضاً:۳/۲۲-۲۴)

بلکہ حافظ موصوف نے اپنی "شرح بخاری" (جس میں باقرار علی زئی، موصوف کا کسی حدیث کو ذکر کر کے اس پر جرح سے سکوت کرنا ہی کم از کم اس کے حسن ہونے کی دلیل ہے۔ "نور العینین"، ص۱۷۱) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، چنانچہ انہوں نے امام محمد بن نصر مروزی رحمہ اللہ کے قول کہ ہم نے کوئی ایسی صحیح صریح حدیث نہیں پائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین وتر ایک سلام کے ساتھ پڑھے ہوں، کو مردود قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اس بابت دو حدیثیں موجود ہیں جن میں تین وتر ایک سلام کے ساتھ ہونے کی تصریح ہے، پھر انہوں نے وہ دو حدیثیں ذکر فرمائیں جن میں سے ایک مذکورہ حدیث بھی ہے۔(فتح الباری: ۲/۶۱۱، نیز دیکھئے عون المعبود شرح سنن ابی داؤد: ۳/۱۸۲) معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے۔

غیر مقلدین کے محدث اعظم مولانا عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی اس حدیث کی صحت کو تسلیم کیا ہے(اہلحدیث کے امتیازی مسائل ص۸۸)

اسی طرح مولانا ابو الاشبال شاغف غیر مقلد اور مولانا احمد مجتبیٰ سلفی غیر مقلد نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔(حاشیة التعلیقات السلفیة: ۲/۳۹۱)

لہٰذا علامہ نیموی رحمہ اللہ کا سعید کو مدلس قرار دینے کے باوجود اس کی مذکورہ حدیث جو کم از کم چار احادیث سے مؤید ہے، کو حسن قرار دینا اصول حدیث اور تصریحات محدثین و علمائے غیر مقلدین اور خود علی زئی کے مسلمات کی رو سے بھی بالکل درست ہے۔

نیز الزام نمبر۶ کے جواب میں خود معترض زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ بیان گزر چکا ہے کہ مدلس کی روایت متابعت معتبرہ کی صورت میں قوی ہو جاتی ہے۔ اور یہ روایت بھی دیگر روایات سے مؤید ہے، لیکن اس کے باوجود زبیر علی زئی غیر مقلد کو اپنے اوپر تناقض کا الزام لگانے کی بجائے علامہ نیموی رحمہ اللہ پر الزام لگاتے ہوئے شرم کیوں نہیں آتی؟

ع آہ! شرم تجھ کو مگر نہیں آتی

آٹھواں الزام: نعیم بن حماد مجروح بھی اور صحیح الحدیث بھی

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

امام نعیم بن حماد المروزی ایک مظلوم محدث ہیں جن کے خلاف اہل الرائے

جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں۔ نعیم بن حماد ایک ایسی روایت کی سند میں آگئے جو نیموی صاحب کو پسند نہیں ہے لہٰذا انہوں نے نعیم مظلوم کو شدید جروح کا نشانہ بنایا اور ابن الترکمانی حنفی سے نقل کیا کہ ازدی اور ابن عدی نے اس کے بارے میں کہا: لوگ کہتے ہیں کہ وہ تقویت سنت میں حدیث گھڑتا تھا۔۔۔۔الخ (آثار السنن: حدیث ۷۷۹ کا حاشیہ، ص۳۸۹)

دوسری طرف حاکم نیشاپوری نے "المستدرک" (ج ۱، ص ۳۵۳، ح ۱۳۰۵) میں نعیم بن حماد کی سند سے ایک حدیث بیان کی، جسے نقل کرنے کے بعد نیموی صاحب لکھتے ہیں:

اسے حاکم نے ''مستدرک'' میں روایت کیا ہے اور کہا: حدیث صحیح ہے۔ (آثار السنن: ۱۰۵۱، عن ابی قتادہ ؓ)

کیا نرالا اصول ہے کہ نعیم بن حماد رَحِمَہُ اللّٰہُ ایک روایت میں مجروح اور دوسری میں صحیح الحدیث بن جاتے ہیں۔ (الحدیث: ۵۱/۲۶)

جواب: علامہ نیموی ؒ پر علی زئی کے اس اعتراض کا جواب دینے سے پہلے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ انہوں نے نعیم بن حماد کو جو مظلوم ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اس کی حقیقت کو خود علمائے غیر مقلدین کے حوالے سے واضح کر دیا جائے تا کہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ نعیم بن حماد و زبیر علی زئی غیر مقلد بے چارے کی طرح کتنا مظلوم ہے؟ چنانچہ بزرگ غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحب ؒ نعیم بن حماد کے خلاف ائمہ حدیث سے جروح نقل کرنے کے بعد اس کی ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

اس روایت کو نعیم (بن حماد) کی کتب کے ساتھ ملا کر غور کیا جائے تو صاف کھل جاتا ہے کہ نعیم کی مخالفت بنا بر تحقیقات نہیں بلکہ بے اصل روایات کی بناء پر ہے۔

خیر یہ تو مذہب حنفی کے متعلق اس کی روش کا حال ہے، اب خود سیدنا حضرت امام ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہُ کی ذات اقدس کی نسبت حافظ ذہبی کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں کہ آپ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں: (ابو الفتح) ازدی نے کہا نعیم سنت کی تقویت میں حدیث بنایا کرتا تھا اور جھوٹی حکایتیں بھی (امام ابوحنیفہ) نعمان کی عیب گوئی

میں (گھڑتا تھا۔ناقل) جو سب کی سب جھوٹی ہیں۔ (میزان جلد ۲، ص ۵۳۶)

اسی طرح حافظ ابن حجر ؒ نے بھی اس قول کو "تہذیب التہذیب" میں نقل کیا ہے کہ حافظ عبدالعظیم منذری ؒ نے "ترغیب و ترہیب" کے خاتمہ پر بعض ان راویوں کی فہرست لکھی ہے جن کے متعلق ائمہ حدیث کی مختلف رائیں ہیں، اس فہرست میں اس نعیم کا بھی ذکر کیا ہے، اور امام ازدی کا مذکورہ بالا قول نقل کیا ہے کہ نعیم (مذکور) سنت کی تقویت میں اور امام ابوحنیفہ کی بدگوئی میں جھوٹی حدیثیں اور من گھڑت حکایتیں بنایا کرتا تھا۔ (ترغیب و ترہیب مطبوعہ دہلی برحاشیہ مشکوٰۃ، ص ۵۷۴)۔۔۔۔ (تاریخ اہلحدیث، ص ۸۳)

اسی طرح مولانا سیالکوٹی ؒ نے امام سبط ابن العجمی ؒ کی کتاب "نہایت السئول" سے بھی نعیم کے بارے میں نقل کیا ہے کہ یہ سنت کی تقویت میں احادیث گھڑتا تھا، اور امام ابوحنیفہ کی عیب جوئی میں اس نے جو حکایتیں بیان کی ہیں وہ سب جھوٹ کا پلندہ ہیں۔

اور آخر میں مولانا سیالکوٹی ؒ ارقام فرماتے ہیں:

خلاصۃ الکلام یہ کہ نعیم کی شخصیت ایسی نہیں ہے کہ اس کی روایت کی بنا پر حضرت امام ابوحنیفہ جیسے بزرگ امام کے حق میں بدگوئی کریں جن کو حافظ شمس الدین ذہبی ؒ جیسے ناقد الرجال ''امام اعظم'' کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں۔۔۔۔۔الخ۔ (تاریخ اہلحدیث، ص ۸۳، ۸۶)

مولانا ابراہیم سیالکوٹی ؒ کے اس طویل اقتباس سے نعیم بن حماد کی مظلومیت بھی اچھی طرح سے واضح ہو گئی، اور زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ جھوٹ کہ اہل الرائے نعیم بن حماد کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈے کرتے رہتے ہیں، بھی اچھی طرح آشکارا ہو گیا ہے، اس کو کہتے ہیں۔

ع گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے

نیز زبیر علی زئی غیر مقلد نے جو یہ ارشاد فرمایا ہے کہ نعیم بن حماد کے خلاف اہل الرائے جھوٹے پروپیگنڈے کرتے ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا ابراہیم سیالکوٹی صاحب جیسے بزرگ غیر مقلد عالم بھی اہل الرائے تھے، اور آپ جھوٹے پروپیگنڈے کیا کرتے تھے۔۔۔۔

واضح رہے کہ مولانا موصوف جمعیت اہل حدیث پاکستان کے موجودہ امیر پروفیسر ساجد

میر صاحب کے نانا جان ہیں، اب دیکھتے ہیں کہ جمعیت مولانا سیالکوٹی کے خلاف زبیر علی زئی غیر مقلد کے اس ریمارکس کا کیا ایکشن لیتی ہے؟

علاوہ ازیں مشہور غیر مقلد محقق شیخ ناصر الدین البانی (جن کو زبیر علی زئی غیر مقلد نے محدث العصر اور امام المحدثین وغیرہ عظیم القاب سے نوازا ہے۔ حاشیہ عبادات میں بدعات، ص ۱۲۸) نے بھی نعیم بن حماد کے بارے میں تصریح کی ہے کہ هو متهم بالكذب (سلسلة احاديث الضعيفة والموضوعة: ۳۵۰/۲)

وہ جھوٹ بولنے کے ساتھ متہم ہے۔

نیز اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

نعیم بن حماد ضعیف متہم۔ (ایضاً: ۳۵۸/۴، نیز دیکھئے "سلسلة الاحاديث الصحيحة": ۱۵۵۵)

نعیم بن حماد ضعیف ہے، اور اس پر (جھوٹ بولنے کا) کا الزام لگایا گیا ہے۔

اب زبیر علی زئی غیر مقلد کا اپنے اس امام المحدثین کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اور کیا یہ بھی آپ کے نزدیک اہل الرائے میں سے ہیں؟

نیز غیر مقلدین کے ممدوح علامہ ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ نے بھی اس کو ضعیف الحدیث قرار دیا ہے۔ (المحلی: ۲۳۳/۱۲)

قارئین! یہ ہے زبیر علی زئی کے مظلوم نعیم بن حماد کہ جس کو خود علی زئی کے اپنے علماء پرلے درجے کا کذاب اور ظالم قرار دے رہے ہیں۔ اب علی زئی خود فیصلہ کر لیں کہ وہ سچ کہہ رہے ہیں یا ان کے اکابرین؟

رہا علی زئی کا علامہ نیموی رحمہ اللہ پر نعیم بن حماد کی وجہ سے تناقض کا الزام، تو عرض ہے کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے نعیم بن حماد کی (دیہات میں نماز عید کے جواز میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی) جس روایت پر جرح کی ہے، اس کے ناقابل استدلال ہونے کی انہوں نے تین وجوہات بیان کی ہیں (۱) عبداللہ بن ابی بکر کا نامعلوم التوثیق ہونا (۲) ہشیم کثیر التدلیس کا عن سے روایت کرنا، اور (۳) نعیم بن حماد کا متکلم فیہ ہونا۔

نیز اس روایت کی کسی معتبر متابعت کا نہ ہونا۔ (التعلیق الحسن۔ ص ۲۸۹)

ان سب خرابیوں کی بنا پر علامہ نیموی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ناقابل استدلال قرار دیا ہے جو کہ بالکل بجا اور درست ہے، خصوصاً جب کہ اس کا تعلق (جائز و ناجائز قسم کے) احکام سے ہے۔

اس کے برعکس علامہ نیموی رحمہ اللہ نے نعیم مذکور کی کسی روایت کو صحیح نہیں کہا، البتہ انہوں نے اس کی روایت (جس کا تعلق فضائل اعمال سے ہے کہ آدمی کی وفات کے وقت اس کا چہرہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے) کو امام حاکم نیشاپوری رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کیا ہے، اور چونکہ امام حاکم رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے، اس لئے علامہ نیموی رحمہ اللہ نے بھی علمی امانت کے طور پر جب ان کے حوالے سے یہ روایت نقل کی تو ساتھ ہی ان کی تصحیح بھی نقل کر دی ہے، نہ یہ کہ انہوں نے خود اس روایت کو صحیح کہا ہے، جیسا کہ زبیر علی زئی غیر مقلد غلط تاثر دینا چاہتے ہیں۔ رہا یہ سوال کہ پھر علامہ نیموی رحمہ اللہ نے امام حاکم رحمہ اللہ کی اس تصحیح پر سکوت کیوں کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس روایت کا تعلق عقائد یا جائز و ناجائز قسم کے مسائل سے تو ہے نہیں کہ اس میں تشدد کیا جائے، بلکہ یہ محض فضائل اعمال سے متعلق ہے اس لئے علامہ موصوف نے اس پر اپنا کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا، اور فضائل کی احادیث میں اہل علم ہمیشہ تسامح کرتے آئے ہیں، چنانچہ شیخ الاسلام علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

واهل العلم مازالوا يتسامحون انفسهم فی رواية الرغائب والفضائل عن كل احد، وانما كانوا يتشددون فی احاديث الاحكام (التمهيد: ۱۱۰/۱)، ایضاً (۲۸۳/۷)

اہل علم ہمیشہ سے ہر قسم کے (ضعیف) راوی کی رغائب (رغبت دلانے والی) اور فضائل والی روایات میں تسامح کرتے رہے ہیں، البتہ وہ احکام (جائز و ناجائز) سے متعلق احادیث میں سختی کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ ایک حدیث کی بابت ارقام فرماتے ہیں:

واما الحاكم فتساهل فيه لكونه من فضائل الاعمال، وعلى ذلك يحمل سكوت ابی داؤد۔ (نتائج الافكار فی تخريج احاديث الاذكار: ۳۰۹/۳)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو صحیح کہہ کر تساہل (کمزوری) سے کام لیا ہے، کیونکہ اس حدیث کا تعلق فضائل اعمال سے ہے، اسی طرح امام ابوداؤد رحمہ اللہ کا اس حدیث پر (جرح) سے سکوت بھی اسی پر محمول ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے بحوالہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھا ہے:

ان الاحادیث المذکورۃ لیس فیہا شئ من احادیث الاحکام فی الحلال والحرام، فالتساھل فی ایرادھا مع ترک البیان لحالھا سائغ، وقد ثبت عن الامام احمد وغیرہ من الائمۃ انہم قالوا اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا، واذا روینا فی الفضائل ونحوھا تساھلنا۔ (اللآلی المصنوعۃ: ١/ ٩٩)

ان مذکورہ احادیث میں سے کوئی بھی حدیث حلال وحرام کے احکام سے متعلق نہیں ہے، اور اس طرح کی احادیث کو ان کا حال (کہ یہ حدیث صحیح ہے، یا ضعیف) بیان کیے بغیر ذکر کرنا (محدثین میں) عام ہے، چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ وغیرہ محدثین سے ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا: جب ہم حلال اور حرام کے بارے میں احادیث روایت کرتے ہیں تو سختی (سے ان کی چھان بین) کرتے ہیں، اور جب ہم فضائل وغیرہ سے متعلق احادیث روایت کرتے ہیں تو نرمی سے کام لیتے ہیں۔

خود غیر مقلدین کے اپنے علماء مولانا نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ اور مولانا عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی تصریح کی ہے کہ فضائل میں ضعیف راویوں کی روایات بھی معتبر ہیں۔ (فتاوی نذیریہ: ١/٥٦٣، فتاوی اہلحدیث: ١/٦٢٠؛ فتاوی علمائے حدیث: ٥/٢٣٣)

نیز محدث ناقد حافظ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ جنھوں نے نعیم بن حماد پر سخت جرح کی ہے، جیسا کہ خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی لکھا ہے کہ:

حافظ ذہبی نے متعدد کتب میں نعیم پر جرح کی اور کہا: لایجوز لاحد ان یحتج بہ (سیر اعلام النبلاء، ص٦٠٩، ج١٠) اس کے ساتھ (کسی کے لیے)

حجت پکڑنا جائز نہیں ہے۔ (الحدیث: ٣٩/٣٦)

نیز ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی ایک روایت کو موضوع اور خود اس کو انتہائی درجہ کا منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ (تلخیص المستدرک: ٨٥٧٥)

اسی طرح ذہبی رحمہ اللہ اس کی ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

ھذا من اوابد نعیم بن حماد۔ (ایضاً: ٨٣٣٧) کہ یہ روایت نعیم بن حماد کے عیوب میں سے ہے۔

امام برہان الدین حلبی رحمہ اللہ نے حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی اس جرح کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

فھذا یقتضی انہ من وضعہ۔ (الکشف الحثیث عَمَّنْ رُمِیَ بِوَضْعِ الْحَدِیْثِ: ص٢٦٨) کہ یہ جرح اس پر دلالت کرتی ہے کہ مذکورہ حدیث نعیم کی وضع کردہ (بناوٹی) روایات میں سے ہے۔

لیکن اس کے باوجود ذہبی رحمہ اللہ اس کی مذکورہ فضائل سے متعلق حدیث (جس کی علامہ نیموی رحمہ اللہ نے امام حاکم سے تصحیح نقل کی ہے) پر تسامح کیا ہے، اور "تلخیص المستدرک" میں اس روایت کے متعلق امام حاکم کی تصحیح کو من وعن ذکر کردیا، اور اس پر اپنا کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا (حاشیۃ المستدرک: ١/٥٠٥)

اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی نعیم بن حماد پر شدید جرح (جیسا کہ پہلے گزرا ہے) کرنے کے باوجود اس کی مذکورہ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (سلسلۃ احادیث الصحیحۃ: ٦٠٨؛ حاشیۃ المعجم الکبیر لحمدی سلفی غیر مقلد، ج١، ص٣٣٠)

تو کیا اب زبیر علی زئی غیر مقلد حافظ ذہبی رحمہ اللہ اور شیخ البانی رحمہ اللہ پر بھی تناقض کا الزام لگائیں گے؟

لہٰذا علامہ نیموی رحمہ اللہ نے بھی نعیم کی احکام سے متعلق حدیث پر جرح اور اس کی فضائل والی روایت پر جرح سے سکوت کر کے کون سا ایسا جرم کر دیا ہے کہ زبیر علی زئی غیر مقلد ان کے خلاف یہ طوفان بدتمیزی برپا کر رہے ہیں؟

ع   بریں عقل و دانش بباید گریست

ثانیاً: علامہ نیموی رحمہ اللہ نے نعیم کی جس روایت کی امام حاکم رحمہ اللہ سے تصحیح نقل کی ہے وہ حضرت براء بن معرورؓ سے متعلق ہے کہ انہوں نے اپنی وفات سے پہلے وصیت کی تھی کہ ان کا چہرہ قبلے کی طرف کر دیا جائے...... یہ روایت "سنن البیھقی" میں نعیم بن حماد کی سند کی بجائے ایک دوسری سند سے بھی مروی ہے، جس کو شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، اور امام بیہقی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کو "مرسل جید" قرار دیا ہے۔(ارواء الغلیل: ۱۵۴/۳)

نیز علامہ شوکانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی اس حدیث کی تائید میں متعدد احادیث نقل کی ہیں۔ (نیل الاوطار: ۴۹/۱)

الحاصل: نعیم کی روایت اپنے مؤیدات کی وجہ سے صحیح ہے اور زبیر علی زئی کا علامہ نیموی رحمہ اللہ پر تناقض کا الزام سرے سے ہی باطل ہے۔

نواں الزام: یحییٰ بن ابی کثیر مدلس بھی اور اس کی روایت حسن بھی

زبیر علی زئی غیر مقلد رقمطراز ہیں:

ایک روایت میں نیموی صاحب لکھتے ہیں:

اور اس کے راوی ثقہ ہیں سوائے یحییٰ بن ابی کثیر کے، وہ تدلیس کرتے تھے۔ (آثار السنن: ۴۰)

تھوڑا سا آگے چلیں، اسی آثار السنن میں بحوالہ السنن الکبریٰ للبیہقی (۱۵۲/۳) ایک روایت مذکور ہے جسے یحییٰ بن ابی کثیر نے عن کے ساتھ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ نیموی صاحب لکھتے ہیں: اسے بیہقی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن: ۸۳۹)...... (الحدیث: ۳۶/۵۱)

جواب: دھوکہ دینا اسلام میں منع ہے، لیکن غیر مقلدین کے مذہب میں آج کل یہ سب سے بڑا ثواب کا کام ہے، اور زبیر علی زئی غیر مقلد اس کار ثواب میں پیش پیش ہیں، جیسا کہ انہوں نے یہاں بھی دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے اور یہ باور کرانا چاہا کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے اپنے خلاف

حدیث پر یحییٰ بن ابی کثیر کی تدلیس کی وجہ سے جرح کی ہے، اور اس کی اپنے حق میں روایت کردہ حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ انا للہ......

حالانکہ یہ بیان کا سراسر دھوکہ ہے، کیونکہ یہ دونوں روایتیں علامہ نیموی رحمہ اللہ کے مسلک کی تائید میں ہیں، پہلی حدیث فجر کی دو سنتوں سے متعلق ہے کہ اگر فجر کی نماز کھڑی بھی ہو تو پھر بھی جماعت کی صفوں سے ہٹ کر ان کو پڑھنا جائز ہے، جب کی دوسری حدیث سفرانہ نماز سے متعلق ہے کہ اگر کوئی اپنے شہر سے دور (۴۸ میل کی مسافت پر) کسی شہر میں گیا اور اس نے وہاں جب تک (کم از کم پندرہ دن) ٹھہرنے کی نیت نہیں کی وہ نماز قصر ہی پڑھے گا۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے پہلی حدیث حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی نقل کی ہے، اور از روئے انصاف اس میں یحییٰ بن ابی کثیر کے مدلس ہونے کی وضاحت بھی کر دی، لیکن چونکہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے اس موضوع سے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے علاوہ دو اور بھی روایتیں نقل کی ہیں جن کی وجہ سے اس روایت پر یحییٰ بن ابی کثیر کی تدلیس کا کوئی اثر نہیں پڑتا، اسی لئے علامہ نیموی رحمہ اللہ نے بھی اس کو ضعیف نہیں کہا، بلکہ اس سے استدلال کیا ہے۔

اسی طرح انہوں نے دوسری جو روایت نقل کی ہے، اس میں بھی اگر چہ یحییٰ بن ابی کثیر ہے، لیکن علامہ نیموی رحمہ اللہ نے اس کی تائید میں چھ روایتیں صحیح السند نقل کی ہیں جن کی وجہ سے یہ روایت کم از کم حسن درجہ کی ضرور بن جاتی ہے۔ اس لئے علامہ نیموی رحمہ اللہ نے بھی اس کو حسن قرار دیا ہے۔ البتہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے دھوکہ دینے کی کوشش کر کے خود اپنا ہی منہ کالا کیا ہے۔ اور زبیر علی زئی کی تسلی کے لیے یہ بھی عرض ہے کہ ان کے اپنے امام مولانا عبد الرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ غیر مقلد نے تو امام حلبی رحمہ اللہ کے حوالے سے یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ کو ان راویوں میں شمار کیا ہے کہ جن کی تدلیس مضر ہی نہیں ہے۔ (مقالات مبارکپوری: ص ۹۸)

زبیر علی زئی کے ایک اور ممدوح مولانا عبد الرؤف غیر مقلد نے بھی لکھا ہے کہ:

یحییٰ بن ابی کثیر مدلس ہیں، لیکن حافظ ابن حجر نے انہیں "طبقات المدلسین" میں طبقہ ثانیہ کے مدلسین میں ذکر کیا ہے، لہٰذا ان کی لفظ عن سے بیان کردہ روایت مقبول ہوگی۔ (القول المقبول ص ۶۱۵)

بنابریں علی زئی کا علامہ نیموی رحمہ اللہ پر یہ اعتراض کہ انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر کو مدلس قرار

دینے کے باوجود ان کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے، خود ان کے اپنے علماء کی تصریحات سے باطل ہو گیا۔ الحمد للہ!

دسواں الزام: قاضی شریک ضعیف الحدیث بھی اور صحیح الحدیث بھی

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

قاضی شریک بن عبداللہ الکوفی نے ایک روایت بیان کی ہے جو کہ نیموی صاحب کے مذہب کے خلاف ہے لہٰذا نیموی صاحب نے "لیس بالقوی" اور "لین الحدیث" کہہ کر قاضی شریک کو اپنی جرح کا نشانہ بنایا ہے۔ (دیکھئے آثار السنن حدیث:۳۲ مع حاشیہ ص۳۱)

روایت مذکورہ کے بارے میں نیموی صاحب کہتے ہیں، اور اس کی سند ضعیف ہے اور اس کا مرفوع ہونا وہم ہے۔ (آثار السنن:۳۲)

دوسری طرف ایک روایت میں آیا ہے کہ سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ اذان دوہری اور اقامت دوہری کہتے تھے۔ (شرح معانی الآثار للطحاوی، ج۱، ص ۹۵)

اس روایت کے بارے میں نیموی صاحب لکھتے ہیں: اسے طحاوی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن:۲۳۹)

نیموی صاحب نے قاضی شریک کی بیان کردہ کچھ اور روایتوں کو بھی حسن قرار دیا ہے۔ (دیکھئے آثار السنن:۲۳۱، ۳۲۰، ۱۰۹۳)

کیا انصاف اسی کا نام ہے کہ اگر مرضی کی روایت ہو تو راوی حسن الحدیث یا صحیح الحدیث ہوتا ہے اور اگر مرضی کے خلاف ہو تو وہی راوی ضعیف الحدیث وغیرہ بن جاتا ہے۔ (الحدیث:۵۱/۲۷)

جواب: زبیر علی زئی غیر مقلد نے یہاں بھی دجل اور دھوکہ سے کام لیتے ہوئے یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے اپنی مرضی کے خلاف روایت کو محض شریک نخعی رحمہ اللہ کی وجہ سے ضعیف کہا ہے، حالانکہ یہ بات بالکل خلاف حقیقت اور پرلے درجے کی بددیانتی ہے، علامہ موصوف نے تو اس روایت کے ضعف کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس روایت کی

سند میں متواتر دو راوی شریک نخعی رحمہ اللہ اور محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ مجروح ہیں، اور ان دونوں کا اکٹھا کسی سند میں آ جانا اس روایت کو ضعیف بنا دیتا ہے۔

چنانچہ لکھتے ہیں:

وقد ضعفهما غيرواحد، وأما روايتهما فقد ضعفوها في موضع وحسنوها في آخر، وايا ما كان فاجتماعهما في سند واحد يقوي الوهن وينزله عن درجة الحسن الى الضعف۔ (التعليق الحسن: ص۳۱)

ان دونوں (شریک نخعی رحمہ اللہ اور ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ) کو کئی محدثین نے ضعیف کہا ہے، اور ان کی روایات کو محدثین نے کہیں ضعیف اور کہیں حسن قرار دیا ہے، بہرحال جو بھی ہو ان دونوں کا کسی ایک سند میں جمع ہو جانا کمزوری کو ثابت کر دیتا ہے، اور وہ روایت درجہ حسن سے گر کر درجہ ضعف کی طرف چلی جاتی ہے۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ کے اس بیان میں بالکل واضح معلوم ہو رہا ہے کہ وہ صرف شریک نخعی رحمہ اللہ کی وجہ سے اس کو ضعیف نہیں قرار دے رہے، بلکہ ان کے اور ابن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ کے اس روایت کی سند میں اکٹھے آ جانے کی وجہ سے اس کو ضعیف کہہ رہے ہیں، لیکن زبیر علی زئی غیر مقلد محض اپنا الو سیدھا کرنے کے لئے بات کا بتنگڑ بنا کر پیش کر رہے ہیں۔

ع　　　　بریں عقل و دانش بباید گریست

اس کے برعکس زبیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیموی رحمہ اللہ سے شریک رحمہ اللہ کی جن چار روایات کی تحسین نقل کی ہے، ان میں سے کسی ایک کی سند میں بھی شریک کے ساتھ ابن ابی لیلیٰ جمع نہیں ہوئے (بلکہ حدیث نمبر ۱۰۹۳ روایت ابن ماجہ کی سند میں تو شریک نخعی رحمہ اللہ بھی نہیں ہیں، یہ محض زبیر علی زئی غیر مقلد کا وہم یا افتراء ہے) جب کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے روایت کے ضعف کی وجہ ان دونوں کا اکٹھا ہونا بیان کیا ہے، لیکن اس کے باوجود زبیر علی زئی غیر مقلد خواہ مخواہ علامہ نیموی رحمہ اللہ پر تناقض کا الزام لگا رہے ہیں۔

ع　　　　شرم ان کو مگر نہیں آتی

تصویر کا دوسرا رخ:

زبیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیموی رحمہ اللہ پر تناقض کے جو الزامات لگائے ہیں ان کی حقیقت قارئین اچھی طرح جان چکے ہیں، اور قارئین پر یہ خوب واضح ہو گیا ہے کہ علامہ موصوف پر زبیر علی زئی غیر مقلد کے لگائے گئے ان الزامات کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور یہ سب کچھ محض زبیر علی زئی غیر مقلد کے تعصب اور دجل و فریب کا شاخسانہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تصویر کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ کرتے جائیں کہ زبیر علی زئی غیر مقلد جو دوسروں کو تناقضات میں مبتلا ہونے کے طعنے دیتے ہیں، وہ خود اس بیماری میں کتنی بری طرح مبتلا ہیں؟ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان کے تناقضات پر مشتمل ایک کتاب "تناقضات زبیر علی زئی غیر مقلد" کے نام سے لکھی ہے، جو الحمد للہ طبع ہو کر قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔ فی الحال ہم یہاں صرف ان کے تناقضات کی ایک مثال ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں، اور وہ شریک نخعی رحمہ اللہ (جن کی بابت زبیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیموی رحمہ اللہ پر تناقض کا الزام لگایا ہے) کے متعلق ہے۔ زبیر علی زئی غیر مقلد اپنی تحریرات میں کبھی ان کو ضعیف کہتے ہیں اور کبھی ان کو ثقہ اور حسن الحدیث قرار دیتے ہیں، نیز کبھی ان پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ عہدہ قضاء پر فائز ہونے کے بعد ان کے حافظہ میں تغیر آ گیا تھا، اور یہ اختلاط (بد دماغی) کا شکار ہو گئے تھے، اور کہیں ان کے عہدہ قضاء پر فائز ہونے کے بعد کے اقوال کو بطور جرح و تعدیل پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ موصوف ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

کثیر الغلط و الوھم۔ (تحفۃ الاقویاء، ص ۱۳۵، بحوالہ علل الترمذی: ۱/۲۲۱)

نیز لکھتے ہیں: وفیہ شریک ولیث کلاھما ضعیفان من جھۃ حفظھما۔ (نور العینین، ص ۱۳۸)

اس روایت میں شریک اور لیث دونوں حافظے کے اعتبار سے ضعیف ہیں۔

نیز لکھتے ہیں: اس کی سند شریک اور لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (حاشیہ جزء رفع یدین، ص ۴۸)

یہاں زبیر علی زئی غیر مقلد شریک کو ضعیف اور اور کثیر الغلط اور کثیر الوہم قرار دے رہے ہیں، لیکن دوسری طرف ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

جمہور نے ان کی توثیق کی ہے۔ وہ صحیح مسلم وغیرہ کے راوی ہیں۔ حافظ ذہبی نے کہا: وحدیثہ من اقسام الحسن (تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۲۳۲) یعنی ان کی حدیث حسن کی اقسام میں سے ہے۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام، ص ۷۷)

اب ایک ضعیف، کثیر الغلط اور کثیر الوہم راوی حسن الحدیث کیسے بن گیا؟

نیز ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

منصب قضاء پر فائز ہونے کے بعد ان کا حافظہ کمزور پڑ گیا تھا۔ (القول المتین، ص ۳۹)

نیز انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ شریک کو عارضہ اختلاط بھی لاحق ہو گیا تھا۔ (الحدیث، ص ۱۹/۵۱)

لیکن اس کے باوجود انہوں نے امام ابو یوسف رَحِمَہُ اللّٰہ کے خلاف شریک نخعی رحمہ اللہ کا ایک قول جو ان کے عہدہ قضاء پر فائز ہونے کے بعد کا ہے، پیش کر کے اس کو صحیح السند قرار دیا ہے۔ (الحدیث: ۱۹/۱۵)

اب بقول علی زئی: جس شخص کا حافظہ کمزور ہو گیا ہو اور وہ بد دماغی میں مبتلاء ہو گیا ہو اس کے قول کو امام یوسف رحمہ اللہ جیسے بزرگ اہل علم کے خلاف بطور جرح پیش کرنا اور اس کو صحیح قرار دینا یہ کہاں کا انصاف ہے؟

حالانکہ خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ:

ضعیف راوی کی کسی کے خلاف جرح اس کے اپنے ذاتی ضعف کی وجہ سے مردود ہوتی ہے۔ (القول المتین، ص ۴۳)

اور پھر اس سے بھی دلچسپ بات یہ ہے کہ زبیر علی زئی نے شریک نخعی رحمہ اللہ کی ایک روایت کے متعلق لکھا ہے:

یہ سند حسن ہے۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام، ص ۷۷)

جب کہ دوسری جگہ شریک رحمہ اللہ کی اسی روایت کو ضعیف قرار دے دیا، اور اس کی علت یہ بیان کی کہ:

شریک القاضی مدلس ہیں، مجھے ان کے سماع کی تصریح نہیں ملی۔ (نصر الباری ص ۱۰۶،۱۰۵)

سبحان اللہ! شریک رحمہ اللہ کی ایک ہی روایت کبھی حسن بن جاتی ہے اور کبھی ضعیف۔

یہ ہے ان لوگوں کا انصاف! اور بے انصافی کے طعنے یہ دوسروں کو دیتے ہیں۔

دوسروں پر طعن کرتے ہو اپنے گھر کی خبر ہی نہیں
تم سا احمق تو دنیا میں کوئی بشر ہی نہیں!

راویانِ حدیث سے متعلق تناقض کے الزامات

زبیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیموی رحمہ اللہ پر راویانِ حدیث سے متعلق تناقض میں مبتلاء ہونے کے بھی چار الزامات لگائے ہیں، ذیل میں ان چاروں الزامات کی حقیقت ملاحظہ کریں۔

پہلا الزام: روایات محمد بن اسحٰق صحیح، حسن اور قوی بھی اور ضعیف بھی

زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس سلسلے میں علامہ نیموی رحمہ اللہ پر پہلا الزام محمد بن اسحاق بن یسار رحمہ اللہ سے متعلق لگایا ہے کہ علامہ موصوف نے اس کی دو حدیثوں (آثار السنن: ۹۱۳،۸۴۴) کو صحیح، چار حدیثوں (آثار السنن: ۳۹، ۲۹۳، ۳۳۹، ۸۳۹) کو حسن، ایک حدیث (آثار السنن: ۱۰۸۱) کو قوی قرار دیا ہے، جب کہ ان کی تین حدیثوں (آثار السنن: ۲۳۲، ۹۳۴،۳۵۳) کو ضعیف کہا ہے۔ (الحدیث: ۵۱/ ۲۷)

جواب: محمد بن اسحاق تاریخ اور مغازی (جنگی حالات) کے امام ہیں، اور ان کی اس قسم کی روایات جمہور ائمہ کے ہاں معتبر ہیں، البتہ احکام (حلال و حرام وغیرہ) سے متعلق روایات میں جب یہ متفرد ہوں تو پھر ان کی حدیث حجت نہیں ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ وغیرہ ائمہ حدیث نے تصریح کی ہے۔ چنانچہ خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے:

> امام میمونی نے امام احمد سے نقل کیا کہ محمد بن اسحاق سے یہ احادیث لکھنی چاہئیں، گویا انہوں نے مغازی وغیرہ (وغیرہ سے مراد فضائل اعمال کی احادیث ہیں۔ ناقل) کی طرف اشارہ کیا، اگر حلال و حرام کا مسئلہ ہو تو ہم یہ چاہتے ہیں، عباس الدوری نے مٹھی بند کر کے بتایا (کہ ہم مضبوط احادیث چاہتے ہیں)۔ دلائل النبوۃ: ۱/ ۳۷، ۳۸ وسندہ صحیح۔ (الحدیث: ۳/ ۵ حاشیہ)

اس سے معلوم ہوا کہ ابن اسحاق، تاریخ مغازی اور فضائل میں حجت ہیں، لیکن احکام والی حدیث میں وہ حالت انفراد میں حجت نہیں ہیں۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ کا بھی یہی مسلک ہے جیسا کہ ان کی کتاب ''آثار السنن'' سے معلوم ہوتا ہے، چنانچہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے محمد بن اسحاق کی

جن احادیث سے متعلق علامہ نیموی رحمہ اللہ کی تصحیح، تحسین اور تقویت نقل کی ہے، ان میں سے حدیث نمبر ۲۶۳، ۸۳۲، ۸۲۹، ۱۰۸۱ کا تعلق تاریخ سے ہے، جب کہ حدیث نمبر ۹۱۳ کا تعلق فضائل سے ہے، البتہ حدیث نمبر ۳۹ اور حدیث نمبر ۳۲۹ کا تعلق احکام سے ہے، لیکن ان دونوں روایات کی تائید اس موضوع سے متعلق دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے، لہٰذا یہ دونوں روایات بھی متابعات کی صورت میں حسن ہیں، جیسا کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے بھی ان کو حسن کہا ہے۔ چنانچہ حدیث نمبر ۳۹ جو حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اور اس میں مذی سے وضوء ٹوٹنے کا ذکر ہے، کی تائید حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کی احادیث سے بھی ہوتی ہے۔

مولانا عبدالرؤف سندھو غیر مقلد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

اس حدیث کو بخاری (۱۳۲، ۱۷۸، ۲۶۹، العلم والوضوء والغسل)، مسلم (۳/۲۱۲، ۲۱۳)...... نے مختلف طرق اور مختلف سیاق سے روایت کیا ہے، سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی حدیث میں، اسی طرح عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی مذی کا یہی حکم ذکر ہوا ہے۔

حدیث سہل کو احمد (۳/۴۸۵)، ابوداؤد (۲۱۰)، ابن ماجہ (۵۰۶)...... میں روایت کیا ہے، اور اس کی سند حسن درجے کی ہے، اس میں ابن اسحاق ہیں جو مدلس ہیں مگر ترمذی اور دارمی کے علاوہ باقی سب کتب میں ان کی تحدیث کی صراحت موجود ہے، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

حدیث عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کو احمد (۴/۳۴۲) ابوداؤد (۲۱۱) ...... نے روایت کیا ہے۔ اس کی سند بھی حسن درجہ کی ہے۔ (القول المقبول، ص ۱۳۸، ۱۳۹)

بنا بریں محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کی یہ روایت مذکورہ روایات سے مؤید ہونے کی وجہ سے حسن درجہ کی ہے لہٰذا علامہ نیموی رحمہ اللہ کا اس کو حسن کہنا درست ہے۔

اس طرح حدیث نمبر ۳۲۹ (جو شخص نماز میں سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز ناقص ہے) کی تائید صحیح مسلم کی روایت سے ہوتی ہے۔ جس کو علامہ نیموی رحمہ اللہ نے محمد بن اسحاق کی روایت سے پہلے ذکر کیا ہے۔ (آثار السنن، ص ۱۵۶، ح ۳۲۸) لہٰذا اس کی وجہ سے ابن اسحاق کی روایت بھی درجہ حسن کو پہنچ گئی ہے۔ واضح رہے کہ اس قسم کی احادیث کا حکم احناف کے نزدیک امام

اور منفرد کے لئے ہے نہ کہ مقتدی کے لئے۔

باقی جن تین احادیث (۲۳۲، ۳۵۳، ۹۳۲) کے بارے میں زبیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیموی رحمہ اللہ سے تضعیف نقل کی ہے ان میں سے پہلی حدیث (نمبر ۲۳۲ جو حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ خواب میں کسی آدمی نے ان کو جفت اذان اور طاق اقامت کہنے کے لئے کہا) کو علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ضعیف نہیں کہا، بلکہ انہوں نے تو اس کو حسن قرار دیا ہے، (آثار السنن، ص ۱۱۰) کیونکہ اس حدیث کا تعلق بھی تاریخی امور سے ہے۔ یہ زبیر علی زئی غیر مقلد کا علامہ نیموی رحمہ اللہ پر صریح بہتان ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی تضعیف کی ہے۔ البتہ انہوں نے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کی دوسری دو احادیث (جن میں جفت اذان اور جفت اقامت کا ذکر ہے) کو اس حدیث پر ترجیح دی ہے کیونکہ ان دونوں کی اسناد اس حدیث کی سند سے زیادہ قوی ہیں۔ (ایضاً مع الحاشیہ)

رہیں وہ دو احادیث جن کو علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے، ان میں سے پہلی حدیث (نمبر ۳۵۳) جو فاتحہ خلف الامام سے متعلق ہے، کو علامہ موصوف نے تین وجوہات کی بناء پر ضعیف قرار دیا ہے۔

(۱) مکحول شامی مدلس نے اس روایت کو عن سے روایت کیا ہے۔

(۲) اس کی سند میں اضطراب ہے۔

(۳) محمد بن اسحاق اس حدیث کو روایت کرنے میں متفرد ہیں، اور ان کا تفرد حجت نہیں ہے۔

پھر علامہ موصوف نے اس کے حاشیہ میں حافظ ذہبی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ محمد بن اسحاق جس حدیث کو روایت کرنے میں متفرد ہوں وہ منکر ہوتی ہے، اور ان کے حافظہ میں کچھ خرابی ہے۔ نیز حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ محمد بن اسحاق جب احکام سے متعلق احادیث کو روایت کرنے میں اکیلے ہوں تو پھر ان کی روایت حجت نہیں ہے، خصوصاً جب وہ اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کر رہے ہوں۔ (آثار السنن مع التعلیق الحسن، ص ۱۶۱)

اب ان سب خرابیوں کے ہوتے ہوئے علامہ نیموی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تضعیف کر کے کون سا جرم کیا ہے کہ زبیر علی زئی غیر مقلد ان کے پیچھے پڑ گئے ہیں؟

اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ خود اکابرین علمائے غیر مقلدین کے نزدیک بھی محمد بن

اسحاق حالت انفراد میں حجت نہیں ہیں، چنانچہ علامہ شوکانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ابن اسحاق لیس بحجۃ لاسیما اذا عنعن۔ (نیل الاوطار:۱/۱۸۰)

محمد بن اسحاق حجت نہیں ہیں بالخصوص جب وہ عن سے روایت کریں۔

نواب صدیق حسن خان ارقام فرماتے ہیں:

محمد بن اسحاق حجت نیست (دلیل الطالب، ص۲۳۹، فتاوی علمائے حدیث:۱/۸۶)

محمد بن اسحاق حجت نہیں ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب نے بھی محمد بن اسحاق کے بارے میں لکھا ہے:

وھو لایحتج بما انفرد بہ (ابکار المنن، ص۵۴) وہ حالت انفراد میں حجت نہیں ہیں۔ نیز مبارکپوری صاحب رحمہ اللہ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

فی حفظہ شئی۔ (ایضاً ص۸۹)

ابن اسحاق رحمہ اللہ کے حافظے میں کچھ خرابی ہے۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ غیر مقلد، ایک حدیث کی بابت لکھتے ہیں:

فانہ انفرد بہ محمد بن اسحق، ولیس ھو ممن یحتج بہ فی الاحکام۔ (عون المعبود شرح سنن ابی داؤد: ۱/ ۴۳)

اس حدیث کو روایت کرنے میں محمد بن اسحاق منفرد ہیں، اور وہ احکام سے متعلق روایات میں قابلِ حجت نہیں ہیں۔

شیخ عبدالرحمٰن معلمی یمانی رحمہ اللہ غیر مقلد لکھتے ہیں:

ابن اسحاق متکلم فیہ وفی حفظہ شئی (التنکیل:۲/۹۶، نیز دیکھئے:۲/۱۳۳)

محمد بن اسحاق متکلم فیہ ہیں، اور ان کے حافظہ میں کچھ خرابی ہے۔

شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ:

وما انفرد بہ ففیہ نکارۃ، فان فی حفظہ شیئاً (ارواء الغلیل:۲/ ۴۴)

جس حدیث کو روایت کرنے میں محمد بن اسحاق منفرد ہوں، اس میں نکارت ہوتی ہے، اس لیے کہ ان کے حافظہ میں کچھ خرابی ہے۔

پس جب خود غیر مقلدین کے نزدیک بھی محمد بن اسحاق حالت انفراد میں حجت نہیں، تو پھر علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ان کی منفرد روایت کو جو ضعیف کہا ہے، اس پر زبیر علی زئی غیر مقلد کا اعتراض کرنا چہ معنی دارد؟

اسی طرح علامہ نیموی رحمہ اللہ نے محمد بن اسحاق کی حدیث نمبر ۹۳۲ (جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے جمعہ والے دن مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی تھی جب آپ منبر پر بیٹھ جاتے تھے، اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی یہی معمول تھا) کو بھی جو ضعیف اور اس کے الفاظ "علی باب المسجد" کو غیر محفوظ قرار دیا ہے، اس کی علت بھی انہوں نے محمد بن اسحاق کے تفرد کو قرار دیا ہے، اور وضاحت کی ہے کہ انہوں نے امام زہری سے اس حدیث کو روایت کرنے میں امام زہری رحمہ اللہ کے دیگر تلامذہ (جو ان سے زیادہ ثقہ ہیں) کی مخالفت کی ہے، دوسرا اس کے الفاظ میں بھی تعارض ہے۔ (آثار السنن مع التعلیق الحسن: ص۲۷۴)

شیخ عمرو بن عبدالمنعم غیر مقلد نے بھی اس حدیث کو محمد بن اسحاق کے تفرد اور ان کا امام زہری کے دیگر تلامذہ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے اس کو ضعیف کہا ہے، چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب "السنن والمبتدعات فی العبادات" (جس کا ترجمہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے "عبادات میں بدعات" کے نام سے کیا ہے) میں اس حدیث کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس کا ترجمہ زبیر علی زئی غیر مقلد کے قلم سے پیش کیا جاتا ہے:

محمد بن اسحاق بن یسار صدوق اور مدلس تھے، انہوں نے یہ روایت "عن" سے روایت کی ہے لہٰذا یہ سند ضعیف ہے، وہ امام زہری کے شاگردوں میں طبقہ اولی کے بھی نہیں ہیں اس لیے ان کا تفرد روایت کو منکر بنا دیتا ہے، اور اس روایت میں ان کی مخالفت بھی کی گئی ہے۔

زبیر علی زئی غیر مقلد نے اس پر شیخ عمرو کی کوئی مخالفت نہیں کی، بلکہ اس کی تائید کرتے ہوئے حاشیہ میں لکھا ہے:

اس کی سند ضعیف ہے، جیسا کہ مؤلف نے بادلیل واضح کر دیا ہے۔

(عبادات میں بدعات، ص ۱۳۶)

معلوم ہوا کہ زبیر علی زئی غیر مقلد کو محمد بن اسحاق کے بارے میں یہ دونوں باتیں کہ یہ مدلس ہے، اور اس کی منفرد روایت منکر ہوتی ہے، تسلیم ہیں۔

اور منکر روایات والا راوی کون ہوتا ہے؟ اس بارے میں خود زبیر علی زئی نے لکھا ہے:

اگر ضعیف راوی ثقہ راوی یا دوسرے ثقہ راویوں کی مخالفت کرے تو یہ روایت منکر ہوتی ہے۔ (الحدیث: ۴۳/۲۵)

لہٰذا ثابت ہو گیا کہ زبیر علی زئی کو یہ تسلیم ہے کہ محمد بن اسحاق منکر الحدیث اور ضعیف ہے۔ جب کہ دوسری کئی جگہوں پر زبیر علی زئی نے بڑے طمطراق سے محمد بن اسحاق کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (مثلاً دیکھیے: مسئلہ فاتحہ خلف الامام، ص ۴۲)

زبیر علی زئی کو چاہیے کہ وہ علامہ نیموی رحمہ اللہ پر تناقض کا الزام لگانے سے پہلے خود اپنا گریبان بھی دیکھ لیں۔ دیدہ باید۔

اس ساری تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے محمد بن اسحاق کی جن دو روایات کو ان کے تفردات کی وجہ سے ضعیف کہا ہے، ان کے اس موقف سے غیر مقلدین اور خود زبیر علی زئی غیر مقلد بھی متفق ہیں۔

اس کے برعکس علامہ موصوف نے ابن اسحاق کی جن روایات کو صحیح یا حسن یا قوی قرار دیا ہے، ان میں سے اکثر کا تعلق تاریخ یا فضائل سے ہے جن میں ابن اسحاق عند الجمہور حجت ہیں، اور ان میں سے جو دو احادیث احکام سے متعلق ہیں وہ بھی اپنے مؤیدات کی وجہ سے قابل حجت بن سکتی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود زبیر علی زئی غیر مقلد کا علامہ موصوف پر تناقض کا الزام لگانا محض ان کی کج روی اور ناسمجھی ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

کَمْ مِنْ عَائِبٍ قَوْلاً صَحِیْحًا

وَآفَتُہٗ مِنَ الْفَھْمِ السَّقِیْمِ

(کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو صحیح بات پر بھی عیب لگا دیتے ہیں، اور اس خرابی کی وجہ دراصل ان کی اپنی ہی ناقص سمجھ ہوتی ہے۔)

دوسرا الزام: ابو الزبیر مدلس بھی اور اس کی روایت صحیح بھی

زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے:

علامہ نیموی نے ابو الزبیر کی ایک حدیث نمبر ۱۸۸ کو صحیح کہا ہے، اور ایک حدیث نمبر ۱۸۷ کی تصحیح نقل کی ہے، جب کہ ایک دوسری حدیث نمبر ۸۶۲ میں اس کو مدلس قرار دیا ہے۔ (الحدیث: ۲۷/۵۱)

جواب: علامہ نیموی رحمہ اللہ نے اگرچہ حدیث نمبر ۸۶۲ میں ابو الزبیر رحمہ اللہ کو مدلس کہا ہے، لیکن اس کی اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا، پھر زبیر علی زئی غیر مقلد علامہ موصوف پر تناقض کا الزام کیوں لگا رہے ہیں؟ تناقض تو تب ہوتا جب زبیر علی زئی غیر مقلد یہ ثابت کرتے کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے اس کی بعض مُعَنْعَن احادیث کی تصحیح کی ہے، اور اس کی ایسی بعض احادیث کو اس کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ اِذْ لَیْسَ فَلَیْسَ۔

واضح رہے کہ ابو الزبیر رحمہ اللہ کو حافظ ذہبی رحمہ اللہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ وغیرہ محدثین نے بھی مدلس قرار دیا ہے۔ (الکاشف: ۷۷/۳، تعریف اھل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس: ۱۰۱)

لیکن اس کے باوجود حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی مذکورہ حدیث (جس کی علامہ نیموی نے تصحیح کی ہے) کو صحیح، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ (حاشیۃ المستدرک: ۲۸۸/۱، الدرایۃ: ۶۸/۱)

اسی طرح علامہ ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ بھی ابو الزبیر رحمہ اللہ کو مدلس قرار دیتے ہیں۔ (المحلی: ۲۹۱/۹)

لیکن اس کے باوجود ان کو بھی ابو الزبیر رحمہ اللہ کی مذکورہ روایت کا صحیح ہونا تسلیم ہے۔ (ایضاً: ۹۵/۲)

اب زبیر علی زئی غیر مقلد کا ان تینوں محدثین کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

تیسرا الزام: سفیان ثوری مدلس بھی اور ان کی حدیث صحیح بھی

زبیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیموی رحمہ اللہ پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے:

انھوں نے سفیان بن سعید ثوری رحمہ اللہ کی دو احادیث (نمبر ۴۰۲، اور ۵۱۵) کی تصحیح

کی ہے، جب کہ ان کی ایک حدیث نمبر ۲۰۶ کے تحت ان پر تدلیس کا الزام لگا دیا ہے۔ (الحدیث: ۵۱/۲۷)

جواب: زبیر علی زئی غیر مقلد نے اپنی عادت کے موافق یہاں بھی یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کی روایت کردہ دو احادیث جو ان کی مرضی کے مطابق تھیں، کی تو تصحیح کی ہے، لیکن ان کی روایت کردہ جو حدیث علامہ نیموی رحمہ اللہ کی مرضی کے مطابق نہیں تھی، اس کو انہوں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف قرار دے دیا، حالانکہ یہ بات سراسر خلاف حقیقت ہے۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ہرگز سفیان ثوری رحمہ اللہ کی روایت (حدیث نمبر ۵۱۵) کو ان کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف نہیں کہا، بلکہ انہوں نے تو اس کی سند کو صحیح کہا ہے، چنانچہ امام ثوری رحمہ اللہ نے سلمہ بن کہیل رحمہ اللہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے آمین جہر سے کہی۔

جب کہ اس بالمقابل امام شعبہ رحمہ اللہ نے سلمہ بن کہیل رحمہ اللہ سے یہ الفاظ روایت کیے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے آمین آہستہ کہی۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے جیسے امام شعبہ رحمہ اللہ کی سند کو صحیح قرار دیا ہے، اسی طرح انہوں نے امام ثوری رحمہ اللہ کی روایت کی بھی تصحیح کی ہے، چنانچہ وہ ان کی روایت کے ذیل میں ان کی اور امام شعبہ رحمہ اللہ کی روایات میں تقابل کرتے ہوئے لکھا ہے:

ولیس حدیث سفیان اصح من حدیث شعبۃ کمازعمہ البخاری و ابو زرعۃ و غیرھما بل کلاھما متساویان۔ (التعلیق الحسن مع آثار السنن ،ص۱۸۷)

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کی حدیث امام شعبہ رحمہ اللہ کی حدیث سے زیادہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اور امام ابوزرعہ رحمہ اللہ وغیرہ نے خیال کیا ہے، بلکہ یہ دونوں حدیثیں (صحت میں) برابر ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ کے نزدیک امام ثوری رحمہ اللہ کی روایت بھی امام شعبہ رحمہ اللہ کی روایت کی طرح سند کے اعتبار سے صحیح ہے، کیونکہ اگر ان کے نزدیک امام ثوری رحمہ اللہ کی روایت ان کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہوتی تو وہ ہرگز امام ثوری رحمہ اللہ کی روایت کی

سند کو صحیح نہ قرار دیتے۔ اذلیس فلیس۔

نیز علامہ نیموی رحمہ اللہ کے نزدیک امام ثوری رحمہ اللہ کی تدلیس کے موجب ضعف نہ ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ انہوں نے امام ثوری رحمہ اللہ اور امام شعبہ رحمہ اللہ کی روایات کے باہم اختلاف کی وجہ سے ان دونوں کے متون کو مضطرب قرار دیا ہے۔ (التعلیق الحسن، ص۱۸۷)

اب ظاہر ہے کہ دو روایتوں کے متون میں اضطراب تب ہی ہوتا ہے جب ان دونوں کی اسناد صحیح ہوں، اور اگر ان دونوں میں سے ایک کی سند ضعیف ہو تو پھر ان کے متون کو مضطرب نہیں قرار دیا جاسکتا، بلکہ ان میں سے ضعیف روایت کو صحیح کے مقابلے میں کالعدم سمجھا جاتا ہے۔

چنانچہ امام محمد بن ابراہیم الوزیر رحمہ اللہ نے بھی اسی نکتہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

و انما یسمی مضطربا اذا تساوت الروایتان المختلفان فی الصحۃ، و ان ترجحت احداھما لم یطلق علیہ اسم الاضطراب علی الراجح، والحکم حینئذ لہ. (تنقیح الانظار: ص ۱۶۵)

کسی حدیث کو مضطرب تب ہی کہا جائے گا جب دو باہم مختلف روایتیں صحت میں مساوی ہوں، اور اگر ان میں سے ایک روایت (صحت میں) راجح ہوئی تو پھر راجح قول کے مطابق اس پر اضطراب کا اطلاق نہیں ہوگا اور اس راجح روایت کو (صحت کا) حکم دیا جائے گا۔

البتہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ان دونوں روایات کو اضطراب سے بچانے کے لئے دو اور طریقے بھی بیان کر دیے ہیں، ایک یہ کہ ان دونوں میں تطبیق اختیار کرنا، اور دوسرا ان میں سے ایک کو دوسری روایت پر ترجیح دینا۔ تطبیق کی صورت انہوں نے یہ ذکر کی ہے کہ رفع (جہر) سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اتنی ہلکی آواز سے آمین کہی کہ صرف پہلی صف والوں نے ہی سنی۔ اور خفض (عدم جہر) سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ نے تکبیر اور تسمیع (سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ) کی طرح جہر سے آمین نہیں کہی۔ (ایضاً: ص۱۸۷)

اور ترجیح کی صورت انہوں نے یہ بتلائی ہے کہ امام شعبہ رحمہ اللہ کی (عدم جہر والی) روایت امام ثوری رحمہ اللہ کی (جہر والی) روایت پر راجح ہے، اور اس ترجیح کی انہوں نے مختلف وجوہات

بیان کی ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عدم جہر والی روایت کے راوی امام شعبہ ؒ ہیں جو بالکل تدلیس نہیں کرتے، بلکہ تدلیس کے سخت مخالف ہیں، اس کے ساتھ انہوں نے اس روایت میں تحدیث کی صراحت بھی کردی ہے۔ جب کہ جہر والی روایت کے راوی امام ثوری ؒ بسا اوقات تدلیس بھی کرلیتے ہیں، اور ان کی یہ روایت بھی عن سے ہے جس میں شبہ تدلیس موجود ہے، لہٰذا امام شعبہ کی روایت (جس میں تدلیس بالکل نہیں ہے) کو اس پر ترجیح ہے۔ (ایضاً ص ۱۹۴)

اس تفصیل سے واضح ہوگیا کہ علامہ نیموی ؒ نے امام ثوری ؒ کی تدلیس کی وجہ سے ان کی روایت کو ضعیف نہیں کہا، بلکہ اس کو صرف ان دونوں روایات میں بطور ترجیح ذکر کیا ہے۔ لہٰذا زبیر علی زئی غیر مقلد کا علامہ نیموی ؒ پر تناقض کا الزام لگانا محض ان کا دجل وفریب ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ:

زبیر علی زئی نے علامہ نیموی ؒ پر امام سفیان ثوری ؒ کی تدلیس سے متعلق جو تناقض کا الزام لگایا ہے، اس کی حقیقت تو آپ نے ملاحظہ کرلی ہے۔ اب تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ کریں کہ زبیر علی زئی خود امام ثوری ؒ کی تدلیس سے متعلق کس طرح تناقض میں مبتلا ہے۔ چنانچہ زبیر علی زئی ایک طرف امام ثوری ؒ کو غضب کا مدلس قرار دیتے ہیں، اور لکھتے ہیں کہ ان کی عن والی روایت کو قبول کرنا انصاف ودیانت کا خون کرنے کے مترادف ہے۔ (نور العینین، ص ۱۳۱)

لیکن دوسری طرف وہ اپنی ایک پسندیدہ روایت، جس کو امام ثوری ؒ نے عن سے روایت کیا ہے، کو بڑے مزے سے صحیح قرار دیتے ہیں۔ (تخریج نماز نبوی ص ۲۳۶)

یہ ہے ان کا انصاف!

چوتھا الزام: مطلب بن عبداللہ کی روایت مردود بھی اور صحیح بھی

زبیر علی زئی غیر مقلد علامہ نیموی ؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> انہوں نے مطلب بن عبداللہ بن حنطب کی (عن سے) روایت کردہ ایک حدیث کی امام ابن خزیمہ سے تصحیح نقل کی ہے (حدیث نمبر ۲۹۳) جب کہ ان کی حدیث نمبر ۲۰۶ کو ان کی تدلیس کی وجہ سے رد کردیا ہے۔ (الحدیث: ۵۱/۲۷)

جواب: علامہ نیموی ؒ نے مطلب بن عبداللہ کی جس حدیث (کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے ثواب مجھ پر پیش کیے گئے، یہاں تک کہ اس خاک کا ثواب بھی جسے کسی شخص نے مسجد سے نکالا ہے۔) کی امام ابن خزیمہ ؒ سے تصحیح نقل کی ہے، اس کا تعلق فضائل سے ہے، اور پہلے گزر چکا ہے کہ فضائل میں تسامح کیا جاتا ہے۔ نیز امام ابن خزیمہ ؒ کا اس حدیث کو اپنی صحیح (۱۲۹۷) میں روایت کرنا بھی، بتصریح مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد: یہ روایت صحیح ہے، اور اس کے راوی (مطلب بن عبداللہ) کی تدلیس مضر نہیں ہے۔ (مقالات: ۲/۲۸۲)

اور خود علی زئی کے نزدیک بھی امام ابن خزیمہ ؒ نے اپنی صحیح میں صحت کا التزام کیا ہے، جیسا کہ آگے بحوالہ آرہا ہے۔ اور پھر اس حدیث کو روایت کرنے میں مطلب بن عبداللہ متفرد نہیں ہیں، بلکہ امام زہری ؒ نے ان کی متابعت کی ہے، اور انہوں نے بھی یہ حدیث مطلب بن عبداللہ کی طرح حضرت انس ؓ سے روایت کی ہے۔ (المعجم الاوسط: ۵/۳۲، ح ۶۴۸۹)

امام زہری ؒ کی اس روایت کے تمام راوی بعینہ وہی ہیں جو کہ مطلب بن عبداللہ کی روایت کے ہیں، سوائے امام طبرانی ؒ کے استاذ محمد بن عیسیٰ بن شیبہ ؒ کے، اور یہ امام طبرانی ؒ کے ان شیوخ میں سے ہیں کہ جن کا حافظ ذہبی ؒ نے "میزان الاعتدال" میں تذکرہ نہیں کیا، اور مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے بحوالہ امام ہیثمی ؒ لکھا ہے کہ:

> امام طبرانی ؒ کے شیوخ جن کا ذکر "میزان الاعتدال" میں نہیں وہ تمام عادل اور ثقہ ہیں۔ (توضیح الکلام: ۱/۳۹۴)

باقی رہے امام زہری ؒ، تو وہ اگرچہ مدلس ہیں، لیکن خود علمائے غیر مقلدین، مولانا مبارکپوری ؒ، مولانا محب اللہ راشدی ؒ، اور مولانا ارشاد الحق اثری وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ امام زہری ؒ کی تدلیس مضر نہیں ہے۔ (مقالات مبارکپوری: ص ۳۶۸، مقالات راشدیہ ۱/۳۰۰، توضیح الکلام: ۱/۳۸۸) لہٰذا امام زہری ؒ کی اس متابعت والی روایت کی وجہ سے مطلب بن عبداللہ کی تدلیس بھی غیر مضر ہوجاتی ہے۔

نیز شیخ البانی ؒ غیر مقلد نے تصریح کی ہے کہ ایک مدلس راوی کی روایت کسی دوسرے مدلس کی روایت سے مؤید ہوکر قوی ہوجاتی ہے۔ (ارواء الغلیل: ۴/۳۶۵)

نیز اسی مضمون کی حدیث "صحیح مسلم" (۱۱۷۰) میں بھی بروایت حضرت

ابوذر ؓ سے مروی ہے، اس کے الفاظ یہ ہے:

عُرِضَتْ عَلَيَّ اَعْمَالُ أُمَّتِيْ، حَسَنُهَا وَسَيِّئُهَا...... (مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے اعمال پیش کیے گئے، میں نے امت کے اچھے اعمال میں راستے سے تکلیف دینے والی چیز کو ہٹانے کو پایا، اور برے اعمال میں سے مسجد کے اندر تھوکنے کو پایا جس کو دبایا نہ گیا ہو۔)

اب ان دونوں حدیثوں کا مضمون تقریباً ایک جیسا ہے۔ لہٰذا مطلب بن عبداللہ کی حدیث امام زہری ؒ کی روایت اور "صحیح مسلم" کی حدیث سے مؤید ہونے کی وجہ سے صحیح اور قابل عمل ہے۔ نیز اس حدیث کی تائید ان عمومی احادیث سے بھی ہوتی ہے جن میں مسجدوں کو صاف رکھنے کی تلقین مذکور ہے۔

اس کے برعکس علامہ نیموی ؒ نے مطلب بن عبداللہ کی جو حدیث (جس میں ہے کہ صرف ایک وتر پڑھنا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہے) اس کی تدلیس کی وجہ سے رد کی ہے، اس کا تعلق احکام سے ہے۔ اور اس کی تائید میں ایک بھی ایسی صحیح حدیث نہیں جس میں وارد ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے وتر کی صرف ایک رکعت پڑھی ہے، یا آپ نے صرف ایک رکعت وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ حافظ ابن الصلاح ؒ فرماتے ہیں:

لانعلم في روايات الوتر مع كثرتها انه عليه السلام اوتر بركعة (تلخیص الحبیر: ۲/۱۵)

وتر کی احادیث بکثرت ہونے کے باوجود ہم نہیں جانتے کہ کسی حدیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ نبی ﷺ نے وتر کی صرف ایک رکعت پڑھی ہے۔

اور جس حدیث میں نبی ﷺ کا ارشاد: "صَلِّ رَكْعَةً وَاحِدَةً" وارد ہے، یہ بھی اس میں صریح نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صرف ایک رکعت وتر پڑھنے کا حکم دیا ہے، چنانچہ جن لوگوں نے اس حدیث سے صرف ایک رکعت وتر پڑھنے پر استدلال کیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ اس پر ان کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وتعقب بانه ليس صريحافي الفصل، فيحتمل ان يريد بقوله: صَلِّ ركعة واحدة۔ اى مضافة الى ركعتين ممامضى (فتح

الباری: ۲/۶۱۰)

یہ استدلال مردود ہے کیونکہ یہ حدیث صرف ایک رکعت پڑھنے میں صریح نہیں ہے۔ اس لیے کہ احتمال ہے کہ آپ ﷺ کی مراد "صَلِّ رَكْعَةً وَاحِدَةً" (وہ شخص ایک رکعت پڑھے) سے یہ ہو کہ وہ شخص وتر کی پہلی دو رکعتوں کے ساتھ ایک اور رکعت ملا کر (تین وتر) پڑھے۔

اس سے واضح ہوگیا کہ مطلب بن عبداللہ کی ایک وتر سے متعلق اس حدیث کی تائید میں کوئی ایک بھی صحیح اور صریح حدیث نہیں ہے، لہٰذا اس کی یہ منفرد حدیث ضعیف ہے، اور علامہ نیموی ؒ نے اس کی دو مختلف حدیثوں پر جو دو مختلف حکم لگائے ہیں، وہ اصول حدیث کے عین مطابق ہیں، جب کہ زبیر علی زئی غیر مقلد کا علامہ موصوف پر تناقض کا الزام لگانا اصول حدیث سے ان کے تہی دامن ہونے کی دلیل ہے۔

ثانیاً: خود زبیر علی زئی نے عبداللہ بن حطب ؒ کو مدلس تسلیم کرنے کے باوجود اس کی ایک عن والی روایت کو شواہد کی وجہ سے حسن قرار دیا ہے۔ (نصر الباری، ص ۳۰۵)

علی زئی کا عجیب انصاف ہے کہ اگر علامہ نیموی ؒ عبداللہ بن حطب کو مدلس کہنے کے بعد اس کی شواہد والی روایت کی محض تصحیح نقل کریں تو وہ علی زئی کی نظر میں قابل ملامت ٹھہرتے ہیں، لیکن وہ خود اگر اس کو مدلس قرار دینے کے باوجود اس کی شواہد والی روایت کو حسن کہیں تو پھر یہ ان کے لیے جائز ہو جاتا ہے۔

ع جو چاہے ان کا حسن کرشمہ ساز کرے

قارئین:

زبیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیموی ؒ پر تناقض کے جو چودہ الزامات لگائے ہیں، ان کی حقیقت آپ پر اچھی طرح واضح ہو چکی ہے کہ زبیر علی زئی غیر مقلد کے علامہ نیموی ؒ پر وارد کردہ یہ سارے الزامات محض الزامات ہیں، اور حقیقت کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے، بلکہ یہ سب محض علامہ نیموی ؒ کے خلاف زبیر علی زئی غیر مقلد کے تعصب اور تجاہل کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ضعیف اور موضوع احادیث کی تصحیح کرنے کے الزامات

زبیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیموی رحمہ اللہ پر یہ بھی الزام لگایا ہے کہ انہوں نے ''آثار السنن'' کی بعض ضعیف و مردود روایات کو حسن یا صحیح کہا ہے، جس کی انہوں نے گیارہ مثالیں پیش کی ہیں، اور تین موضوع احادیث کی تصحیح کرنے کا الزام بھی لگایا ہے۔

اب زبیر علی زئی کے ان چودہ الزامات کی حقیقت ملاحظہ کریں۔

پہلا الزام: روایت ہریسہ کی تصحیح

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

ایک روایت میں آیا ہے کہ ایک بلی نے ہریسہ نامی ایک حلوے میں سے کھایا، پھر بعد میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے وہیں سے کھایا جہاں سے بلی نے کھایا تھا۔ (سنن ابی داؤد: ۷۶)

اس روایت کے بارے میں نیموی صاحب لکھتے ہیں: اور اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن: ۱۳)

حالانکہ اس روایت میں داؤد بن صالح بن دینار التمار کی ماں مجہولۃ الحال ہے۔ اس عورت کے بارے میں ابن الترکمانی حنفی محدث طحاوی سے نقل فرماتے ہیں: وہ اہل علم کے نزدیک معروف نہیں ہے۔ (الجوہر النقی: ۱/۲۴۸) یعنی مجہولہ/مجہول ہے۔ (الحدیث: ۵۱/۴۸)

جواب: علامہ نیموی رحمہ اللہ نے روایت ہریسہ کو داؤد بن صالح کی والدہ کے مجہولہ ہونے کے باوجود اس روایت کے دوسرے طرق کی وجہ سے حسن قرار دیا ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے متعلق شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ غیر مقلد (جو بقول زبیر علی زئی غیر مقلد: محدث العصر اور امام المحدثین ہیں۔ حاشیہ عبادات میں بدعات: ص ۱۴۹) ارقام فرماتے ہیں:

ورجاله ثقات، غيرام داؤدبن صالح فهي مجهولة، لكن

الحديث صحيح، فان له طرقا اخرى، ذكرت بعضها في "صحيح السنن" رقم (٦٩) ويشهدله الحديث الذي قبله۔ (تحقیق المشکاۃ: ۱/۱۵۱)

اس حدیث کے سارے راوی ثقہ ہیں، سوائے داؤد بن صالح کی والدہ کے کہ وہ مجہولہ ہیں، لیکن یہ حدیث صحیح ہے، کیونکہ اس حدیث کے کئی دوسرے طرق بھی ہیں، چنانچہ اس کے بعض طرق کو میں نے ''صحیح السنن'' (رقم الحدیث: ۶۹) میں ذکر کیا ہے۔ نیز ماقبل حدیث (روایت کبشہ) اس کے لئے شاہد بھی ہے۔

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے تو اس حدیث کی سند کو صرف حسن کہا ہے، جب کہ زبیر علی زئی غیر مقلد کے محدث العصر اور امام المحدثین اس حدیث کو صحیح قرار دے رہے ہیں، لہٰذا زبیر علی زئی غیر مقلد کو چاہیے کہ وہ علامہ نیموی رحمہ اللہ پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے اس محدث العصر اور امام المحدثین پر یہ اعتراض کریں۔ دیدہ باید۔

دوسرا الزام:

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

نیموی صاحب نے سنن ابی داؤد (۳۸۶) کی ایک روایت کو: ''واسنادہ حسن'' لکھا ہے۔ (آثار السنن: ۵۷)

حالانکہ اس روایت میں محمد بن کثیر الصنعانی المصیصی ضعیف راوی ہے، اور خود نیموی صاحب نے اس پر کئی محدثین سے جرح اور بعض سے توثیق نقل کی ہے۔ دیکھئے آثار السنن، حاشیہ حدیث: ۶۰۲ (الحدیث: ۵۱/۴۸)

جواب: زبیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیموی رحمہ اللہ کی عبارت کو نقل کرنے میں خیانت کی ہے، اور جان بوجھ کر ان کے پورے الفاظ نقل نہیں کیے۔ چنانچہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے محمد بن کثیر کی جس روایت کی تحسین کی ہے، اس کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

رواه ابوداؤد واسناده حسن، وعنده له شاهد بمعناه من حديث عائشة۔ (آثار السنن: ص ۴۳)

اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند حسن ہے، اور

''سنن ابی داود'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث، جس کا مضمون اس حدیث کے ہم معنی ہے، اس کے لیے شاہد ہے۔

یعنی علامہ نیموی رحمہ اللہ کے نزدیک محمد بن کثیر رحمہ اللہ کی یہ حدیث ان کے ضعف کے باوجود اپنے شاہد کی وجہ سے حسن ہے۔

زبیر علی زئی غیر مقلد علامہ نیموی رحمہ اللہ کے یہ الفاظ اس لیے ہضم کر گئے تاکہ وہ یہ تاثر دے سکیں کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے محمد بن کثیر رحمہ اللہ کو مجروح کہنے کے باوجود اس کی منفرد حدیث کو حسن کہا ہے، حالانکہ علامہ موصوف تو اس حدیث کو حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے مؤید ہونے کی وجہ سے حسن قرار دے رہے ہیں۔

زبیر علی زئی جیسے غیر مقلدین خیانت، دجل اور کذب بیانی کر کے نہ جانے دین کی کون سی خدمت سرانجام دے رہے ہیں؟۔

یہ ٹھرے ہیں دین کے رہنما اب
لقب ہے ان کا اہلحدیث اب

واضح رہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ جیسے محدث شہیر کے نزدیک بھی ضعیف حدیث کو کسی دوسری حدیث سے مؤید ہونے کی وجہ سے حسن قرار دینا درست ہے، چنانچہ وہ ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

وانما قلت ان الحدیث حسن لاعتضاده بالحدیث الذی بعده۔ (نتائج الافکار ۱/۱۳۳)

میں نے اس حدیث کو حسن اس لیے کہا ہے کیونکہ یہ حدیث بعد میں آنے والی حدیث سے مؤید ہے۔

لہٰذا اگر علامہ نیموی رحمہ اللہ نے بھی مذکورہ بالا حدیث کو مابعد حدیث سے مؤید ہونے کی وجہ سے حسن کہہ دیا ہے تو علی زئی ان پر اعتراض کیوں کر رہے ہیں؟

علاوہ ازیں علامہ نیموی رحمہ اللہ نے تو اس حدیث کو صرف حسن کہا، جب کہ مولانا عبدالرؤف غیر مقلد۔ اس کو شواہد کی وجہ سے صحیح قرار دیتے ہیں، چنانچہ وہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

اس کو ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں کہ محمد بن کثیر صدوق ہے، اس نے محمد بن عجلان کے واسطے کو یاد رکھا ہے۔

قلت: محمد بن کثیر کے بارے میں نسائی اور ساجی وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ بہت زیادہ غلطیاں کرتا ہے۔ لہٰذا ان پر اس واسطے کے بارے میں اعتماد نہیں کیا جا سکتا، مگر اس حدیث کے شواہد ہیں جن کی بنا پر یہ حدیث صحیح ہے۔ (القول المقبول: ص ۱۰۲)

شیخ البانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی محمد بن کثیر الصنعانی رحمہ اللہ کے بارے میں تصریح کی ہے کہ یہ اگرچہ حافظے کے اعتبار سے ضعیف ہے، لیکن متابعت کی صورت میں اس کی حدیث صحیح ہے۔ (سلسلة الاحادیث الصحیحة: ۳۰۶)

زبیر علی زئی غیر مقلد دوسروں پر طعن کرنے سے پہلے اپنے گھر کی بھی خبر لے لیا کریں۔ ۔

دوسروں پر طعن کرتے ہو اپنے گھر کی خبر ہی نہیں
تم سا احمق تو دنیا میں کوئی بشر ہی نہیں

تیسرا الزام: مجہول راوی کے باوجود روایت تسمیہ وضو کو حسن کہنا

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

ایک روایت میں آیا ہے کہ جب تو وضو کرے تو بِسْمِ اللہِ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہہ..... (المعجم الصغیر للطبرانی: ج ۱/ص ۷۳)

اس روایت کے بارے میں نیموی صاحب نے حافظ ہیثمی سے نقل کیا ہے: اسناده حسن۔ (آثار السنن: ۱۲۵) حالانکہ اس روایت کی سند میں ابراہیم بن محمد البصری نامعلوم و مجہول ہے۔ (الحدیث: ۵۱/۲۸)

جواب: حافظ ہیثمی رحمہ اللہ کا ابراہیم بن محمد بن البصری رحمہ اللہ کی اس سند کو حسن کہنا ہی باقرار زبیر علی زئی غیر مقلد اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے، چنانچہ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

محدثین کا حدیث کو حسن یا صحیح قرار دینا، ان کی طرف سے اس حدیث کے ہر ہر راوی کی توثیق ہوتی ہے۔ (نصر الباری: ص ۱۸)

لیکن اس کے باوجود زبیر علی زئی غیر مقلد کا ابراہیم بن محمد کو مجہول کہنا خود اپنے طے شدہ

اصول سے روگردانی کرنے کے مترادف ہے۔

زبیر صاحب!

ع آپ کو عادت ہے لکھ کر بھول جانے کی

اور پھر علامہ نیموی رحمہ اللہ نے تو صرف امام ہیثمی رحمہ اللہ سے اس حدیث کی سند کا حسن ہونا نقل کیا ہے، جب کہ مولانا محب اللہ (جن کو علی زئی نے اپنا استاذ قرار دے کر ان کی بڑی تعریف کی ہے۔ الحدیث: ۲/۴۰) نے امام ہیثمی رحمہ اللہ سے اس کی سند کی تحسین نقل کرنے کے علاوہ اس کو صراحتاً صحیح بھی قرار دیا ہے۔ (مقالات راشدیہ: ۱/۴۱۱) اب علی زئی کا ان کے بارے میں کیا خیال ہے؟

چوتھا الزام: بشر بن حرب کے ضعیف ہونے کے باوجود روایت کو حسن کہنا

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

بشر بن حرب نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت بیان کی ہے جس کے بارے میں نیموی صاحب لکھتے ہیں: اسے احمد (ح ۵۱۱۲) نے بیان کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔ (آثار السنن: ۹۳)

اس روایت کا بنیادی راوی بشر بن حرب جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے...... (الحدیث: ۵۱/۲۸)

جواب: علامہ نیموی رحمہ اللہ نے آثار السنن میں بشر بن حرب کی جو روایت بحوالہ مسند احمد نقل کی ہے، اس کا نمبر ۴۹۳ ہے، جب کہ زبیر علی زئی غیر مقلد اس کا نمبر ۹۳ بتلا رہے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ کی دشمنی میں ان کے دماغ کے ساتھ ساتھ ان کی نظر بھی اس قدر کمزور ہو چکی ہے کہ ان کو ۹۳ اور ۴۹۳ میں کوئی فرق نظر نہیں آ رہا۔

بہرحال یہ حدیث جماعت کی فضیلت سے متعلق ہے، اور اس کا تعلق احکام سے نہیں ہے کہ اس میں تشدد کیا جائے۔ جبکہ بشر بن حرب اتنا کمزور راوی نہیں ہے کہ فضائل میں بھی اس کی حدیث کو کالعدم قرار دیا جائے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اس کو "صدوق فیہ لین" کہا ہے۔ (تقریب التہذیب: ۱/۱۲۷) جو کہ باقرار غیر مقلدین اس کی حدیث کے قابل عمل ہونے کی دلیل ہے۔

چنانچہ حافظ موصوف نے اس کو جو صدوق (راست باز) قرار دیا ہے، یہ بقول مولانا گوندلوی رحمہ اللہ غیر مقلد: الفاظ توثیق میں سے ہے۔ (خیر الکلام ص ۱۵۹)

باقی انہوں نے اس کو جو "فیہ لین" کہا ہے، اس کا مطلب مولانا محب اللہ راشدی رحمہ اللہ غیر مقلد نے یہ بیان کیا ہے کہ:

اس میں معمولی کمزوری ہے۔ (مقالات راشدیہ: ۱/۳۰۲)

مولانا نذیر احمد رحمانی رحمہ اللہ غیر مقلد لکھتے ہیں:

محدثین نے "فیہ لین" اور "لین الحدیث" کو بہت ہلکے اور معمولی درجہ کے الفاظ جرح میں شمار کیا ہے۔ (انوار المصابیح، ص ۱۱۵)

نیز لکھتے ہیں: جس راوی کے متعلق "فیہ لین" یا "لین الحدیث" کہا ہو اس کی روایت قابل طرح و ترک نہیں ہے۔ (ایضا)

بنا بریں جس راوی کے متعلق "فیہ لین" کہا گیا ہو اس کی روایت قابل ترک نہیں ہے، تو پھر بشر بن حرب رحمہ اللہ کی فضائل والی روایت حسن کیونکر نہیں ہوگی کہ جن کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "فیہ لین" کے ساتھ ساتھ صدوق بھی قرار دیا ہے۔

علاوہ ازیں اس حدیث کی سند کو مشہور محدث حافظ نور الدین ہیثمی رحمہ اللہ نے بھی حسن قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد رقم فرماتے ہیں:

رواہ احمد واسنادہ حسن۔ (مجمع الزوائد: ۲/۳۹) اس حدیث کو امام احمد نے (اپنی مسند میں) روایت کیا ہے، اور اس کی سند حسن ہے۔

حافظ منذری رحمہ اللہ بھی اس حدیث کی سند کو حسن قرار دیتے ہیں۔ (الترغیب والترہیب: ۱/۱۵۹)

شیخ البانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۱۶۵۲)

زبیر علی زئی غیر مقلد کو علامہ نیموی رحمہ اللہ پر اعتراض کرنے سے پہلے یہ اعتراض حافظ ہیثمی رحمہ اللہ، حافظ منذری رحمہ اللہ اور شیخ البانی رحمہ اللہ غیر مقلد پر کرنا چاہیے۔ دیدہ باید۔

نیز یہی حدیث "المعجم الکبیر للطبرانی" میں حضرت ابن عمر سے ایک دوسری

سند سے بھی مروی ہے، اور حافظ ہیثمی ؒ نے اس کی سند کو بھی حسن قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۳۹/۲)

اسی طرح حافظ منذری ؒ نے بھی تصریح کی ہے کہ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ (الترغیب والترہیب: ۱۵۹/۱)

لہٰذا زبیر علی زئی غیر مقلد کا بشر بن حرب کی وجہ سے اس حدیث پر اعتراض کرنا فضول ہے۔

پانچواں الزام: شرحبیل بن سعد کے ضعیف ہونے کے باوجود اس کی روایت کو صحیح کہنا

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

> سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری ؓ کی طرف منسوب مصنف ابن ابی شیبہ (۳۱۴/۲) کی ایک روایت کے بارے میں نیموی صاحب لکھتے ہیں: اور اس کی سند صحیح ہے۔ (آثار السنن: ۵۳۵)
>
> حالانکہ اس کا راوی ابوسعد شرحبیل بن سعد المدنی جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ ہیثمی فرماتے ہیں: ابن حبان نے اسے ثقہ قرار دیا اور جمہور اماموں نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۱۱۵/۳) (الحدیث: ۲۹/۵۱)

جواب: شرحبیل بن سعد ؒ ایک مختلف فیہ راوی ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کے بارے میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ "صدوق اختلط بآخرہ"۔ (تقریب التہذیب: ۳۱۴/۱)

یہ راست باز راوی ہیں، اور آخر عمر میں ان کو عارضہ اختلاط لاحق ہو گیا تھا۔

واضح رہے کہ خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے یہ تسلیم کیا ہے کہ:

> حافظ ابن حجر اپنی کتاب "تقریب التہذیب" میں راوی کے متعلق "اَعْدَلُ الْاَقْوَال" (سب سے زیادہ انصاف والا قول) ذکر کرتے ہیں۔ (الحدیث: ۱۱/۴)

اس سے معلوم ہوا کہ شرحبیل بن سعد کے بارے میں ائمہ کے کہے گئے اقوال میں سب سے زیادہ انصاف والا قول یہ ہے کہ وہ صدوق ہیں۔

اور زبیر علی زئی غیر مقلد نے صدوق کا مطلب "حسن الحدیث" (حسن حدیث والا) بیان کیا ہے۔ (الحدیث: ۲۱/۲۲)

اب با قرار زبیر علی زئی غیر مقلد شرحبیل بن سعد کی منفرد روایت بھی کم از کم حسن ضرور ہے۔ نیز حافظ ابن حجر ؒ اور ان کے شاگرد حافظ بوصیری ؒ نے شرحبیل بن سعد ؒ کی ایک روایت کو بالسند نقل کرنے کے بعد صراحتاً اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ (المطالب العالیۃ: ح ۳۳۹۱، اتحاف الخیرۃ المہرۃ: ح ۵۳۳۶)

اور ان کی مذکورہ حدیث کی تائید تو اس موضوع سے متعلق دیگر احادیث (حدیث ابی ذر ؓ، حدیث حذیفہ ؓ وغیرہ) سے بھی ہوتی ہے۔ (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۰۲/۲، باب من رخص فی ذالک (ای فی مسح الحصی وتسویۃ فی الصلوٰۃ، مسند ابی عوانۃ، ص ۳۹۶، ۳۹۷، باب الرخصۃ فی تسویۃ الحصا)

> بنا بریں ان کی یہ حدیث درجہ حسن سے درجہ صحیح کو پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ امام ابن خزیمہ ؒ نے اس حدیث کو اپنی صحیح (۳۳۹/۱، ح ۸۹۷) میں روایت کیا ہے۔
>
> اور خود علی زئی نے اپنے ایک مضمون میں تصریح کی ہے کہ امام ابن خزیمہ ؒ کا کسی راوی کی حدیث کو اپنی صحیح میں ذکر کرنا اس راوی کے ثقہ اور اس کی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ (الحدیث: ۱۷/۳۷)

شیخ ناصر الدین البانی ؒ نے بھی اس مذکورہ حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، اور تصریح کی ہے کہ شرحبیل بن سعد ؒ کے ضعیف ہونے کے باوجود اس کی یہ حدیث حضرت ابوذر کی حدیث سے مؤید ہونے کی وجہ سے قوی ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۳۰۶۴) لہٰذا علامہ نیموی ؒ کا اس کو صحیح قرار دینا خود غیر مقلدین کے مسلمات کی روشنی میں بھی بالکل درست ہے۔

رہا شرحبیل بن سعد ؒ کا آخری عمر میں مختلط ہونا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان سے اس حدیث کو روایت کرنے والے امام محمد بن عبدالرحمٰن المعروف بہ ابن ابی ذئب ؒ ہیں جو ان کے قدیم شاگردوں میں سے ہیں۔ چنانچہ شرحبیل بن سعد ؒ ۱۲۳ھ میں فوت ہوئے۔ (تقریب التہذیب: ۳۱۴/۱) جب کہ ابن ابی ذئب ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ (تہذیب التہذیب: ۱۹۷/۵) یعنی وہ شرحبیل کی وفات کے وقت ۴۳ سال کے تھے۔

اور ہماری معلومات میں کسی محدث سے یہ تصریح ثابت نہیں کہ ابن ابی ذئب ؒ نے

شرحبیل رحمہ اللہ سے یہ حدیث ان کی حالت اختلاط میں سنی ہے۔

جب کہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے ابوحمزہ سکری رحمہ اللہ مختلط سے علی بن حسن رحمہ اللہ کی روایت کردہ حدیث کے دفاع میں لکھا ہے کہ:

ابوحمزہ السکری ۱۶۶ھ کو فوت ہوئے۔ (تہذیب التہذیب، اظہار التحسین، ص ۶۹)

علی بن الحسن بن شقیق ۱۳۷ھ کو پیدا ہوئے۔ (تہذیب وغیرہ) یعنی وہ ابوحمزہ کی وفات کے وقت انتیس (۲۹) سال کے تھے۔ کسی محدث نے یہ نہیں کہا کہ آپ کا سماع ابوحمزہ سے بعد از اختلاط کا ہے۔ (القول المتین، ص ۳۲)

اب جب کہ ایک انتیس سالہ (علی بن حسن) کی ابوحمزہ مختلط سے روایت کردہ حدیث صحیح ہوسکتی ہے تو پھر ۴۳ سالہ (ابن ابی ذئب رحمہ اللہ) کی شرحبیل بن سعد سے روایت کردہ یہ حدیث کیونکر صحیح نہیں ہوگی؟

غرض علامہ نیموی کی تصحیح کردہ یہ حدیث خود زبیر علی زئی غیر مقلد کے اپنے مسلمات کی روشنی میں بھی صحیح ہے، اور ان کا اس حدیث کی تصحیح پر اعتراض کرنا دراصل اپنے طے شدہ اصولوں سے روگردانی کرنے کے مترادف ہے۔

چھٹا الزام: روایت سنت فجر کی تصحیح

زبیر علی زئی غیر مقلد رقمطراز ہیں:

صبح کی دو سنتیں پڑھنے کی تاکید میں ایک روایت سنن ابی داود (۱۲۵۸) اور مسند احمد (۲/۴۰۵) میں آئی ہے، جس کے بارے میں نیموی صاحب لکھتے ہیں: واسنادہٗ صحیح۔ (آثار السنن: ۷۰۸)

عرض ہے کہ اس روایت کی سند میں (جابر یا عبدربہ) ابن سیلان مجہول الحال ہے جسے سوائے ابن حبان کے کسی نے ثقہ قرار نہیں دیا۔ حافظ ذہبی نے اسے "لا یُعرف" اور ابن القطان الفاسی نے "حالہ مجہولۃ" قرار دیا ہے۔ یاد رہے کہ حافظ ابن حبان کو خود نیموی صاحب نے متساہل قرار دیا ہے۔ دیکھئے آثار السنن، حاشیہ حدیث: ۳۵۴، ص ۱۶۳)

اس کے باوجود صرف متساہل کی اکیلی توثیق پر اعتماد کر کے نیموی صاحب احادیث کو صحیح یا حسن قرار دیتے ہیں۔ مثلاً دیکھئے، ح ۱۳۱، ۱۳۹، ۱۵۰، ۶۸۳، ۷۴۸، ۷۷۱، ۹۹۵۔ (الحدیث: ۵۱/۲۹)

جواب: علی زئی کا یہ الزام بھی کئی وجوہ سے باطل ہے:

اولاً: امام ابوداود رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں اس حدیث کو روایت کر کے اس پر جرح سے سکوت کیا ہے، اور یہ بات خود اکابر غیر مقلدین (قاضی شوکانی رحمہ اللہ، شیخ احمد شاکر رحمہ اللہ اور مولانا بدیع الدین راشدی وغیرہ) کو بھی تسلیم ہے کہ امام ابوداود جس حدیث کو اپنی سنن میں روایت کر کے اس پر سکوت کریں وہ حدیث ان کے نزدیک حسن اور قابل حجت ہوتی ہے۔ دیکھئے: نیل الاوطار (۱/۳۹۱)، الباعث الحثیث (ص ۵۱)، مقالات راشدیہ (۳/۳۹۲) لہٰذا اس حدیث کے تمام راوی (ابن سیلان رحمہ اللہ وغیرہ) امام ابوداود رحمہ اللہ کے نزدیک بھی قابل حجت ہیں۔

ثانیاً: خود غیر مقلدین کے نزدیک امام ابن حبان رحمہ اللہ کی اکیلی توثیق بھی معتبر ہے، چنانچہ غیر مقلدین کے امام اور ان کے محقق اعظم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب رحمہ اللہ (جن کو خود زبیر علی زئی بھی اپنا امام قرار دیتے ہیں۔ "ھدیۃ المسلمین"، ص ۳۱) نے امام ابن حبان کی توثیق سے متعلق لکھا ہے کہ:

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابن حبان متساہل ہیں مگر ساتھ اس کے ان کی وہ توثیق جس کی نسبت کسی ناقدِ فن نے کچھ کلام نہیں کیا ہے بلاشبہ مستند و معتبر ہے اور اس سے مجہول کی جہالت مرتفع ہو جاتی ہے۔ (تحقیق الکلام: ۱/۸۱)

اور پھر اپنے اس موقف پر حافظ سیوطی رحمہ اللہ وغیرہ محدثین کے حوالجات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ابن حبان کی توثیق عند المحدثین معتبر ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف ابن حبان کی توثیق سے بھی جہالت مرتفع ہو جاتی ہے۔ (ایضاً: ۱/۸۲)

اب زبیر علی زئی غیر مقلد اپنے امام (مبارکپوری صاحب) کے بارے میں کیا فیصلہ صادر کریں گے کہ وہ بھی ابن حبان رحمہ اللہ کو متساہل قرار دینے کے باوجود ان کی منفرد توثیق کو معتبر کہہ رہے ہیں؟

اسی طرح مولانا نذیر احمد رحمانی اعظمی رحمہ اللہ غیر مقلد (ان کو بھی علی زئی نے اپنا امام قرار دیا ہے۔ ''الحدیث'' (۱۸/۹) بھی امام ابن حبان رحمہ اللہ کی توثیق کو بہت معتبر قرار دیتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں:

پس جب یہ تسلیم ہے کہ ابن حبان نے عیسیٰ کی توثیق کی ہے تو اس قاعدہ کے بموجب ہمیں اس پر پورا اعتماد کرنا چاہیے، اور اس کو دانتوں سے مضبوط تھام لینا چاہیے۔ (انوار المصابیح، ص ۱۱۴)

لہٰذا زبیر علی زئی کو چاہیے کہ وہ علامہ نیموی رحمہ اللہ پر اعتراض کرنے کی بجائے اپنے اس امام (مولانا رحمانی رحمہ اللہ) کی نصیحت پر عمل کریں اور امام ابن حبان رحمہ اللہ کی توثیق پر پورا پورا اعتماد کرتے ہوئے اس کو دانتوں سے مضبوط تھام لیں۔

رہا ذہبی کا ابن سیلان کو ''لَا یُعْرَفُ'' اور ابن القطان کا اس کو مجہول الحال قرار دینا تو اس کا جواب یہ ہے کہ:

خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ ''لا یعرف'' جرح ہی نہیں ہے۔ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام، ص ۳۲)

اور انہوں نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ کسی کو مجہول کہنا بھی جرح نہیں ہے۔ (ایضاً: ص ۳۳)

نیز زبیر علی زئی غیر مقلد نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

ابن القطان الفاسی کا ایک خاص اصول ہے وہ ایسے راویوں کو مجہول کہہ دیتے ہیں جن کی توثیق کی صراحت انہیں اس کے معاصر سے نہیں ملی، حالانکہ ایسے راوی صحیحین میں بھی موجود ہیں۔ (نور العینین، ص ۱۹۰)

نیز لکھتے ہیں:

جب توثیق ثابت ہو جائے تو مجہول و مستور وغیرہ اقوال خود بخود مردود ہو جاتے ہیں۔ کتنے ہی ایسے راوی ہیں جنہیں ابو حاتم وغیرہ نے مجہول کہا ہے، جب کہ دوسرے محدثین انہیں ثقہ قرار دیتے ہیں اور عمل ان کی توثیق پر ہی ہے۔ دیکھئے قواعد فی علوم الحدیث، ص ۲۶۷ وغیرہ۔ (ایضاً)

پس جب یہ سب باتیں زبیر علی زئی غیر مقلد کو تسلیم ہیں تو پھر حافظ ابن حبان کی توثیق

(جو بقول مولانا مبارکپوری صاحب عند المحدثین اکیلی بھی معتبر ہے) کے مقابلے میں حافظ ذہبی کا ابن سیلان کو ''لَا یُعْرَفُ'' اور ابن القطان کا مجہول کہنا کیا حیثیت رکھتا ہے؟

ثالثاً: ابن سیلان رحمہ اللہ اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرنے میں متفرد نہیں ہیں، بلکہ محمد بن المنکدر رحمہ اللہ جیسے ثقہ راوی نے ان کی متابعت کی ہے، چنانچہ مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمہ اللہ غیر مقلد نے ابن سیلان رحمہ اللہ کی مذکورہ حدیث کی شرح میں بحوالہ امام منذری رحمہ اللہ لکھا ہے:

وقد رواہ ایضا ابن المنکدر عن ابی ہریرۃ۔ (عون المعبود شرح سنن ابی داؤد: ۷۸/۳)

ابن سیلان کی طرح محمد بن المنکدر رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

رابعاً: فجر کی دو سنتوں کے متعلق ابن سیلان کی اس روایت کی تائید دیگر کئی احادیث سے بھی ہوتی ہے، علامہ نیموی رحمہ اللہ نے بھی ان میں سے چند احادیث ذکر کی ہیں۔

چنانچہ وہ ابن سیلان کی حدیث نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

واسنادہ صحیح، وقد تقدم احادیث الباب فی باب التطوع للصلوات الخمس۔ (آثار السنن۔ ص ۲۵۲)

اس حدیث کی سند صحیح ہے، اور اس باب کے متعلق (دیگر) احادیث ''باب التطوع للصلوات الخمس'' میں گزر چکی ہیں۔

لہٰذا اگر ابن سیلان مجہول بھی ہے تو پھر بھی اس کی یہ حدیث اپنے مؤیدات کی وجہ سے صحیح ہے۔ فلا اشکال۔

اسی طرح زبیر علی زئی غیر مقلد نے آثار السنن کی جن دیگر سات احادیث پر اعتراض کیا ہے ان میں سے بھی تقریباً ہر ایک حدیث کی تائید میں علامہ نیموی رحمہ اللہ نے کئی کئی احادیث ذکر کی ہیں۔ لیکن زبیر علی زئی غیر مقلد ان سب حقائق سے دانستہ چشم پوشی کر کے علامہ نیموی رحمہ اللہ کے خلاف اپنی حسد کی آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہتے ہیں۔ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ۔

ساتواں الزام:

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

لیث بن ابی سلیم نے اپنی سند کے ساتھ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بیان کی ہے جس کے بارے میں نیموی صاحب لکھتے ہیں: واسنادہٗ صحیح۔ (آثار السنن: ۸۷۳)

حالانکہ لیث بن ابی سلیم کو جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے زوائد ابن ماجہ للبوصیری (۲۰۸)...... (الحدیث: ۵۱/۲۹)

جواب: علامہ نیموی رحمہ اللہ نے لیث کی اس حدیث کے علاوہ اس موضوع (حالت اقامت میں دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنے کی ممانعت) سے متعلق تین صحیح الاسناد احادیث ذکر کی ہیں۔ (آثار السنن: ص ۲۳۷) اور لیث رحمہ اللہ میں باقرار غیر مقلدین اس قدر ضعف نہیں کہ اس کی یہ حدیث اپنے قوی مؤیدات کی وجہ سے بھی صحیح نہ بن سکے۔ چنانچہ مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے لیث رحمہ اللہ کے بارے میں امام سیوطی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:

روی له مسلم والاربعة وفيه ضعف يسير من سوء حفظه ومنهم يحتج به۔ (اللآلی: ص ۲۰، ج ۱)

اس سے (صحیح) مسلم اور سنن اربعہ میں روایت ہے، اس میں سوء حفظ کی بنا پر کچھ ضعف ہے، بلکہ بعض (محدثین) نے اس سے احتجاج کیا ہے۔ (توضیح الکلام: ص ۳۳۵، نیا ایڈیشن)

اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی لیث بن ابی سلیم رحمہ اللہ کو صدوق قرار دیا ہے، اور بحوالہ ذہبی رحمہ اللہ لکھا ہے:

فيه ضعف يسير من سوء حفظه... و بعضهم احتج به۔ (سلسلة الاحاديث الصحيحة: ۳۲۶۸)

اس میں سوء حفظ کی وجہ سے معمولی کمزوری ہے، اور بعض محدثین نے اس کو قابل حجت قرار دیا ہے۔

غیر مقلدین کے استاذ العلماء اور زبیر علی زئی کے انتہائی ممدوح مولانا محمد گوندلوی رحمہ اللہ غیر مقلد لکھتے ہیں:

لیث کو اگر بعض نے ضعیف کہا ہے تو بعض نے ثقہ بھی کہا ہے۔ حافظ ابن حجر نے "تقریب" میں صدوق کہا ہے۔ (خیر الکلام: ص ۲۳۱)

خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی اس کی متعدد احادیث کو متابعت کی وجہ سے حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے حاشیہ جزء رفع الیدین (ص ۳۸، ح ۱۸، ص ۷۸، ح ۶۱، ص ۷۹، ح ۶۳، ۶۴)

پس جب خود زبیر علی زئی غیر مقلد کے نزدیک لیث بن ابی سلیم رحمہ اللہ کی احادیث متابعت کی صورت میں کم از کم حسن ضرور ہیں، تو پھر اگر علامہ نیموی رحمہ اللہ نے اس کی حدیث کو دیگر تین صحیح الاسناد احادیث سے مؤید ہونے کی وجہ سے صحیح قرار دے دیا ہے تو زبیر علی زئی غیر مقلد ان پر فضول اعتراض کیوں کر رہے ہیں؟

ع ایں چہ بوالعجبی ست

آٹھواں الزام: روایت قنوت وتر کو لیث بن ابی سلیم کے ضعیف ہونے کے باوجود صحیح کہنا

زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ آپ رکوع سے پہلے قنوت وتر پڑھتے تھے۔ (جزء رفع الیدین للبخاری: ۹۹ بتحقیقی)

اس موقوف روایت کے بارے میں نیموی صاحب لکھتے ہیں۔ واسنادہ صحیح۔ (آثار السنن: ۶۳۵)

حالانکہ اس روایت کی سند میں لیث بن ابی سلیم جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ (الحدیث: ۵۱/۲۹)

جواب: لیث بن ابی سلیم رحمہ اللہ کے بارے میں ابھی گزرا ہے کہ خود غیر مقلدین کے ہاں اس میں زیادہ ضعف نہیں ہے، بلکہ بعض محدثین تو اس کو قابل احتجاج گردانتے ہیں، لہٰذا اس کی روایت متابعت کی صورت میں صحیح قرار دی جا سکتی ہے۔ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی لیث رحمہ اللہ کی یہ روایت بھی دیگر متعدد روایات سے مؤید ہے۔ چنانچہ اس حدیث کا مضمون کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم سے "مصنف ابن ابی شیبہ" میں باسند صحیح ثابت ہے۔

مولانا عبدالرؤف غیر مقلد ارقام فرماتے ہیں:

مصنف ابن ابی شیبہ (۳۰۲/۲) میں بسند حسن، علقمہ سے روایت ہے کہ ابن مسعود ؓ اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ؓ وتروں میں قبل از رکوع قنوت کرتے تھے ابن ترکمانی نے "جوہر نقی" (۴۱/۳) میں اور البانی نے "ارواء الغلیل" (۱۶۶/۲) میں اس کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور حافظ ابن حجر نے "درایہ" (۱۹۴/۱) میں اس کی سند کو حسن کہا ہے، اس کی سند حسن ہونے کے ساتھ ساتھ مسلم کی شرط پر بھی ہے (القول المقبول ص ۵۹۱)۔

اسی طرح لیث ؒ کی مذکورہ حدیث کا یہ مضمون کہ حضرت ابن مسعود ؓ قنوت میں رفع یدین بھی کرتے تھے عمل صحابہ ؓ اور اجماع امت سے مؤید ہے چنانچہ حضرت ابن مسعود ؓ کی طرح حضرت عمر ؓ اور حضرت ابوھریرہ ؓ سے بھی مروی ہے کہ وہ بھی قنوت کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے (السنن الکبری: ۲/۲۱۲، ۳/۴۱)

نیز امام بیہقی ؒ نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ:

ان عددامن الصحابۃ ؓ رفعوا ایدیھم فی القنوت۔ (السنن الکبری: ۲/۲۱۱)

متعدد صحابہ ؓ قنوت میں رفع یدین کیا کرتے تھے۔

بزرگ غیر مقلد عالم مولانا عبدالجبار غزنوی ؒ ارقام فرماتے ہیں:

دعاء قنوت میں رفع یدین کرنا صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ (فتاوی غزنویہ: ص ۵۱؛ فتاوی علمائے حدیث: ۴/۲۸۳)

مولانا محب اللہ راشدی ؒ غیر مقلد نے بھی لکھا ہے کہ:

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم سے وتر میں ہاتھ اٹھانے کے آثار ہیں۔ (مقالات راشدیہ: ۱/۳۱۲)

مولانا احمد اللہ ؒ غیر مقلد نے بھی تصریح کی ہے کہ:

"جزء رفع یدین" (از) امام بخاری میں حضرت عمرؓ اور ابن عمرؓ سے رفع یدین

قنوت ثابت ہے۔ (فتاوی علمائے حدیث: ۱۱/۹۷)

علامہ زیلعی ؒ نے تصریح کی ہے کہ وتر میں قنوت کے وقت رفع یدین کرنا تو اثر سے ثابت ہے (نصب الرایہ: ۱/۳۹۱)

امام طحاوی ارقام فرماتے ہیں:

واما التکبیر فی القنوت فی الوتر فانھا تکبیرۃ زائدۃ فی تلک الصلوۃ، وقد اجمع الذین یقنتون قبل الرکوع علی الرفع معھا۔ (شرح المعانی الآثار: ۱/۴۵۵)

وتر میں دعائے قنوت کی تکبیر اس نماز (وتر) کی زائد تکبیر ہے، اور وہ حضرات (صحابہ کرام ؓ وغیرہ) جو رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے ہیں، ان سب کا اجماع ہے کہ تکبیر کے ساتھ ہاتھ بھی اٹھائے جائیں۔

لہذا ان سب مؤیدات قویہ کی وجہ سے لیث بن ابی سلیم ؒ کی روایت کا مضمون (رفع یدین عندالقنوت) بھی صحیح ثابت ہوجاتا ہے۔

اور پھر دلچسپ بات یہ ہے کہ امام بخاری ؒ کی طرف منسوب "جزء رفع الیدین" میں لیث ؒ کی مذکورہ حدیث کے متصل بعد یہ صاف لکھا ہوا ہے:

قال البخاری ھذہ الحدیث کلھا صحیحۃ عن رسول اللہ ﷺ واصحابہ ؓ۔

امام بخاری ؒ فرماتے ہیں کہ یہ (لیث بن ابی سلیم کی روایت سمیت) سب کی سب احادیث رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ ؓ سے صحیح وثابت ہیں۔

اب اگر "جزء رفع الیدین" کی نسبت امام بخاری ؒ کی طرف صحیح ہے (جیسا کہ غیر مقلدین کا دعوی ہے اور خود زبیر علی زئی نے بھی تسلیم کیا ہے) تو پھر لیث ؒ کی مذکورہ روایت کے صحیح ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے کیونکہ غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی ؒ اور ان کے شاگرد مولانا حمید اللہ ؒ نے تصریح کی ہے کہ:

ایک اکیلے بخاری رحمۃ اللہ ہی کو اللہ پاک نے اس فن (حدیث) میں وہ مرتبہ عطاء فرمایا ہے کہ ان کی مخالفت لوہے کے چنے چبانے ہیں (فتاوی

تدریبیہ: ۱/۳۴۷)

لہٰذا اگر لیث رحمہ اللہ جمہور کے نزدیک ضعیف بھی ہے تو پھر بھی اُس کی یہ حدیث صحیح ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ کی تصحیح ان سب پر بھاری ہے۔

زبیر علی زئی غیر مقلد جو علامہ نیموی رحمہ اللہ پر تو بڑے برس رہے ہیں کہ انہوں نے لیث بن ابی سلیم کی اس روایت کی تصحیح کیوں کی ہے؟ حالانکہ ان کو چاہیے تھا کہ وہ علامہ نیموی رحمہ اللہ پر اعتراض کرنے سے پہلے یہی اعتراض امام بخاری رحمہ اللہ پر کرتے کہ انہوں نے اس حدیث کو صحیح کیوں قرار دے دیا ہے؟ لیکن زبیر علی زئی نے یہ اخلاقی جرأت دکھانے کے بجائے امام بخاری رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت کا ترجمہ کرتے وقت بین القوسین اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہوئے ایک ظالمانہ تحریف کر کے امام بخاری رحمہ اللہ کی عبارت کا حلیہ ہی بدل کر رکھ دیا ہے۔

چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ کی طرف منسوب الفاظ "هذه الحديث كلها صحيحة...... الخ" کا ترجمہ کرتے ہوئے زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے:

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مروی یہ ساری احادیث (سوائے چند ایک کے) صحیح ہیں۔ (جزء رفع الیدین تحریفات زبیر علی زئی، ص۱۰۱)

زبیر علی زئی غیر مقلد کو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ امام بخاری رحمہ اللہ کی عبارت کا صحیح ترجمہ کرتے اور اس کے بعد ان کا امام بخاری رحمہ اللہ سے جو اختلاف تھا وہ ذکر کرتے، لیکن اس کی بجائے انہوں نے یہودیوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے امام بخاری رحمہ اللہ کی عبارت میں ہی تحریف کر دی، تاکہ وہ اپنی مرضی کی مخالف (لیث بن ابی سلیم وغیرہ کی) احادیث سے متعلق یہ باور کرا سکیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے ان چند احادیث کی تصحیح نہیں کی۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰہ۔

اب زبیر علی زئی کے حواری ہی اپنے انصاف سے، اگر ان کے اندر انصاف ہے تو فیصلہ کریں کہ یہ تحقیق ہے یا تحریف؟

امام بخاری رحمہ اللہ سے محبت رکھنے کے جھوٹے دعوے داروں (نام نہاد اہل حدیث) کا امام بخاری رحمہ اللہ پر اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے؟ ؎

یہ ٹھہرے ہے دین کے رہنما اب
ان کا لقب ہے اہل حدیث اب

نواں الزام: روایت فضیلت جمعہ کو ضحاک بن حمزہ کے ضعف کے باوجود صحیح کہنا

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

جمعہ کے دن کی فضیلت کے بارے میں ایک حدیث "المعجم الاوسط للطبرانی" (۸/۱۵۱، ح۷۳۰۳) میں ہے جس کے بارے میں نیموی صاحب لکھتے ہیں:

واسنادہ صحیح (آثار السنن: ۸۸۱ عن انس بن مالک) اس روایت کی سند میں ضحاک بن حمزہ (صواب: جمرہ) ہے جو کہ ضعیف ہے (دیکھئے تقریب التھذیب (۲۹۶۶) اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے (الحدیث: ۵۱/۳۰)

جواب: ضحاک بن حمزہ کو متعدد محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے، چنانچہ اس کو امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ثقات میں ذکر کیا ہے، (۲) امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے، (۳) امام ابن زنجویہ نے اس کو ثقہ کہا ہے، (۴) امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے اس کو ثقات میں ذکر کیا ہے، (۵) امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ نے بھی اپنی "مسند" میں اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (۶) امام دارقطنی رحمہ اللہ نے بھی اس کو "لیس بالقوی" (جس سے بقول مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد اور مولانا محب اللہ شاہ راشدی غیر مقلد راوی کے صرف درجہ کاملہ کی نفی مراد ہوتی ہے، اور اس کا اطلاق صدوق اور حسن الحدیث راوی پر بھی ہوتا ہے۔ توضیح الکلام (۱/۳۹۸) مقالات راشدیہ (۱/۱۱۰) کے ساتھ ساتھ یُعتبر بہ (اس کا اعتبار کیا جا سکتا ہے) بھی کہا ہے۔ (تھذیب التھذیب: ۲/۵۹۶) (۷) امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ واحادیثہ حسان غرائب۔ (مختصر الکامل، ص۴۳۶) اس کی احادیث حسن اور غریب ہیں۔

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے لکھا ہے کہ صاحب غرائب ہونا کوئی جرح نہیں ہے۔ (توضیح الکلام: ۱/۲۶۱)

اس کے برعکس حافظ جوزجانی رحمہ اللہ نے اس کو "غیر محمود فی الحدیث" کہا ہے۔ (ایضاً) لیکن خود زبیر علی زئی غیر مقلد جوزجانی کو ناصبی، بدعتی اور ضعیف قرار دے کر ان کی جرح کا رد کر چکے ہیں۔ (القول المتین، ص۴۳)، امام دولابی رحمہ اللہ نے بھی اگرچہ ضحاک کو غیر ثقہ کہا ہے۔ (تھذیب) لیکن زبیر علی زئی غیر مقلد نے خود ان کو ذاتی طور پر ضعیف کہہ کر ان

کی جرح کو کالعدم قرار دیا ہے۔(تحفۃ الاقویاء: ص۱۱۲)

امام ابن معین رحمہ اللہ نے ضحاک کے بارے میں "لیس بشئی" فرمایا ہے (تہذیب) لیکن غیر مقلدین کے استاذ العلماء مولانا محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے بحوالہ امام ابن قطان رحمہ اللہ لکھا ہے کہ:

"لیس بشئی" کا مطلب ہے کہ یہ راوی بہت روایتیں بیان نہیں کرتا۔
(خیر الکلام: ص۴۵)

شیخ عبدالرحمن معلمی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی امام ابن معین رحمہ اللہ کے اس قول کا یہی مطلب بیان کیا ہے۔(التنکیل: ۳۱۴/۱) لہذا یہ کوئی جرح ہی نہیں ہے۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ کی "الکامل" کے بعض نسخوں میں "متروک الحدیث" کے الفاظ ہیں۔ (تہذیب)

لیکن زبیر علی زئی غیر مقلد نے تصریح کی ہے یہ مفسر جرح نہیں ہے۔(تعداد رکعات قیام رمضان: ص۶۵)

نیز امام ابن عدی رحمہ اللہ کو مولانا نذیر احمد رحمانی رحمہ اللہ نے جرح میں متعنت قرار دیا ہے۔ (انوار المصابیح: ص۱۱۲)

امام نسائی رحمہ اللہ نے بھی اگرچہ اس کو "غیر ثقہ" کہا ہے۔(تہذیب) لیکن مولانا مبارکپوری رحمہ اللہ، مولانا محمد گوندلوی رحمہ اللہ اور مولانا نذیر رحمانی رحمہ اللہ وغیرہ علمائے غیر مقلدین کی تصریح کے مطابق امام نسائی رحمہ اللہ بھی جرح میں متعنت ہیں۔ (ابکار المنن: ص۸۰، خیر الکلام، ص۳۶، انوار المصابیح، ص۱۱۲)

اور مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد رقم فرماتے ہیں:

اور یہ طے شدہ بات ہے کہ متعنت کی جرح قابل قبول نہیں ہے۔(توضیح الکلام: ۳۱۲/۱)

الغرض ضحاک بن حمرہ رحمہ اللہ کے خلاف تمام اقوال جرح خود غیر مقلدین کے مسلمات کی روشنی میں بھی کالعدم ہیں، اس کے برعکس کم از کم سات محدثین نے اس کی توثیق کی ہے۔ لہذا زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ دعوی کہ جمہور نے اس پر جرح کی ہے، خود اپنے ہی طے شدہ اصولوں

کی روشنی میں باطل اور انتہائی مضحکہ خیز ہے۔

اور پھر ضحاک رحمہ اللہ کی مذکورہ حدیث کو کئی محدثین نے صحیح قرار دیا ہے، مثلاً جلیل المرتبت محدث امام منذری رحمہ اللہ اس کی سند کو جید قرار دیتے ہیں۔(الترغیب والترہیب: ۲۸۱/۱)

امام بوصیری رحمہ اللہ نے بھی مذکورہ بالا حدیث کو بحوالہ "مصنف ابن ابی شیبۃ" ذکر کر کے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔(اتحاف الخیرۃ المہرۃ: ۳۱۹/۲)

شیخ البانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی ضحاک رحمہ اللہ کی اس حدیث کو احادیث صحیحہ میں شمار کر کے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔(سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۱۹۳۳)

نیز علامہ نیموی رحمہ اللہ نے جمعہ کی فضیلت میں ضحاک رحمہ اللہ کی روایت کے علاوہ آٹھ دیگر احادیث (بخاری ومسلم وغیرہ) سے نقل کی ہیں، لہذا ضحاک رحمہ اللہ کی یہ روایت ان احادیث سے مؤید ہونے کی وجہ سے بھی صحیح ہے، اور علامہ نیموی رحمہ اللہ کا اس کی سند کو صحیح کہنا اصول حدیث اور غیر مقلدین کے مسلمات کی روشنی میں بالکل صحیح ہے۔

دسواں الزام: روایت تکبیرات عیدین میں کردوس کے مجہول اور عبدالملک بن عمیر کے مدلس ہونے کے باوجود صحیح

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ عید الفطر اور عید الاضحی میں نو نو (۹،۹) تکبیریں کہتے تھے، پہلی میں چار اور رکوع والی تکبیر، دوسری میں رکوع سمیت چار تکبیریں۔ دیکھئے: المعجم الکبیر (۳۵۰/۹، ح۹۵۱۳)

اس روایت کے بارے میں نیموی صاحب لکھتے ہیں: اسے طبرانی نے "الکبیر" میں روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔(آثار السنن: ۹۹۹ عن کردوس)

اس روایت کی سند میں "کردوس" مجہول الحال ہے، اور "عبدالملک بن عمیر" مدلس ہیں جو اسے عن کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔

لطیفہ: آثار السنن کا ایک نسخہ فیض احمد دیوبندی کی تحقیق سے مکتبہ امدادیہ ملتان سے شائع ہوا جس کے ص۳۴۰ پر ح۷۵۲ کے حاشیہ کی تعلیق پر لکھا ہوا ہے۔

لکن عبدالملک بن عمیر ربما دلس...... ص۲۴۰۔

نیموی اصول کی رو سے ایک ہی راوی بھی مدلس ہوتا ہے اور کبھی اس کی عن والی روایت بھی صحیح ہوتی ہے۔سبحان اللہ۔ (الحدیث:۵۱/۳۰)

جواب: زبیر علی زئی غیر مقلد خوف خدا سے بالکل عاری ہیں اور علامہ نیموی رحمہ اللہ کی دشمنی میں دھوکہ دہی اور خیانت کرنے سے بھی باز نہیں آتے، انہوں نے علامہ موصوف پر یہاں جو دو الزام عائد کیے ہیں ان میں پرلے درجے کی بددیانتی کی ہے، چنانچہ انہوں نے علامہ موصوف پر پہلا الزام یہ لگایا ہے کہ اس روایت میں کردوس مجہول الحال ہے، حالانکہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اس کے حاشیہ میں "المعجم الکبیر" سے پوری سند ذکر کی ہے، اور اس کے بعد امام ہیثمی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ "رجالہ ثقات" اس حدیث کے سارے راوی ثقہ ہیں (التعلیق الحسن: ص۵۰۰)

اس عبارت میں صاف تصریح ہے کہ کردوس سمیت اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں، اور کوئی راوی مجہول نہیں ہے، زبیر علی زئی غیر مقلد نے دھوکہ اور خیانت سے کام لیتے ہوئے علامہ نیموی رحمہ اللہ کی علامہ ہیثمی رحمہ اللہ سے نقل کردہ اس عبارت کو اس لیے چھپا لیا تاکہ وہ کردوس کو مجہول الحال ثابت کرکے علامہ نیموی رحمہ اللہ کو بدنام کرسکے۔

ع شرم ان کو مگر نہیں آتی

نیز زبیر علی زئی کے خود اپنے امام مولانا عبدالرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ نے بھی کردوس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (مقالات مبارکپوری: ص۲۳۳)

اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی اس کی روایت کو قابل احتجاج قرار دیا ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۲۹۹۷)

دوسرا الزام انہوں نے علامہ نیموی رحمہ اللہ پر جو عائد کیا ہے کہ اس روایت میں عبدالملک بن عمیر مدلس ہیں، اور انہوں نے اس روایت کو عن سے بیان کیا ہے۔ اس میں بھی انہوں نے دجل وتلبیس کا مظاہرہ کیا ہے اس لیے کہ عبدالملک بن عمیر اس روایت میں متفرد نہیں ہیں، بلکہ ان کی متابعت متعدد ثقہ راویوں نے کی ہے، چنانچہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کے علاوہ چار مزید روایتیں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اسی مضمون کی نقل کی ہیں اور ان سب کی

اسانید صحیح ہیں۔ (دیکھئے آثار السنن: ص۴۹۷-۵۰۰)

زبیر علی زئی غیر مقلد کا خود اپنا بیان نقل ہوچکا ہے کہ مدلس راوی کی ایک بھی صحیح متابعت ثابت ہوجائے تو اس کی روایت قوی ہوجاتی ہے۔

اور یہاں تو عبدالملک کی روایت کے لئے کم از کم چار متابعات قویہ موجود ہیں، لیکن اس کے باوجود زبیر علی زئی غیر مقلد اپنی بددیانتی اور بے انصافی کا ماتم کرنے کی بجائے علامہ نیموی رحمہ اللہ پر اظہار تعجب کررہے ہیں۔ سبحان اللہ

ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

اور یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ مولانا عبدالرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے عیدین کی نماز کی نو تکبیریں (پہلی رکعت میں رکوع سمیت پانچ اور دوسری میں رکوع سمیت چار) کہنے کو صحیح وثابت تسلیم کیا ہے، اور اس کے ثبوت میں چار روایات بھی ذکر کی ہیں۔ (مقالات: ص۲۳۲-۲۳۷)

اسی طرح شیخ البانی رحمہ اللہ بھی ان روایات کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۲۹۹۷)

زبیر علی زئی کو ہمارا مشورہ ہے کہ وہ احناف پر رد کرنے سے پہلے تھوڑی دیر کے لیے اپنے اکابرین کی کتب کا بھی مطالعہ کرلیا کریں تاکہ ان کی جگ ہنسائی نہ ہو۔

گیارواں الزام: اشعث بن سوار کے ضعیف ہونے کے باوجود اس کی روایت کی تصحیح

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

سیدنا شیبان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک حدیث میں صبح کی آذان، موذن اور سحری کا ذکر ہے جسے طبرانی (المعجم الکبیر، ۳۱۲/۷، ح۷۲۲۸) نے روایت کیا ہے۔

نیموی صاحب نے اس روایت کے بارے میں حافظ ابن حجر سے بحوالہ "الدرایۃ" نقل کیا ہے کہ: "اسنادہ صحیح" (آثار السنن: ۲۶۰)

عرض ہے کہ اسے قیس بن ربیع نے اشعث بن سوار سے، اشعث بن سوار نے عن یحییٰ بن عبادہ...... کی سند سے روایت کیا، قیس بن ربیع سے قطع نظر کرتے ہوئے

اشعث بن سوار ضعیف راوی ہے، مثلاً دیکھئے تقریب التہذیب (۵۲۴) اسے جمہور محدثین ضعیف قرار دیا ہے، اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اشعث بن سوار ضعیف الحدیث۔ کتاب العلل:۱/۳۹۴، ت۱۱۳۹ (الحدیث:۵۱/۳۴)

جواب: علامہ نیموی رحمہ اللہ نے بذاتِ خود اس حدیث کو صحیح نہیں کہا بلکہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے اس کی تصحیح نقل کی ہے، علامہ نیموی رحمہ اللہ تو محض ناقل ہیں۔

زبیر علی زئی غیر مقلد کی بے انصافی ملاحظہ کریں کہ وہ ناقل (علامہ نیموی رحمہ اللہ) پر تو تنقید کر رہے ہیں، لیکن اس قول کے قائل (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ) کے بارے میں ان کی زبان خاموش ہے۔

ع ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

اور چونکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو "صحیح" کہہ کر اشعث بن سوار سمیت اس کے سب راویوں کو ثقہ قرار دیا ہے، جیسا کہ خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ:

کسی سند کو صحیح کہنے کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس سند کا ہر راوی صحیح کہنے والے کے نزدیک ثقہ یا صدوق ہے (القول المتین: ص۲۱)

لہٰذا حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "تقریب التہذیب" میں اشعث کی جو تضعیف کی ہے وہ باقرار غیر مقلدین ان کی اس توثیق کے مقابلے میں کالعدم ہے۔ چنانچہ مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے تصریح کی ہے کہ:

جب ایک ہی امام کے قول میں اختلاف ہو تو ترجیح توثیق کو ہوتی ہے۔ (توضیح الکلام:۱/۲۴۰)

حافظ نور الدین ہیثمی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو نقل کر کے اشعث بن سوار پر کوئی کلام نہیں کیا۔ (مجمع الزوائد:۳/۱۵۳)

بلکہ اس کی ایک اور روایت کردہ حدیث (المعجم الکبیر للطبرانی (۹۵۱۴) کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

رجاله موثقون۔ (ایضاً:۳/۲۰۲) اس حدیث کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔

نیز حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کی ایک اور حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ:

و فیه اشعث بن سوار و هو ثقة. (ایضا: ۳/ ۸۹)

اس روایت میں ایک راوی اشعث بن سوار رحمہ اللہ ہے جو کہ ثقہ ہے۔

امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی اس کو مقبول الحدیث قرار دیا ہے۔ (مشکل الآثار:۳/۹۳)

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے اس کو "یُعتبر به" (اس کا اعتبار کیا جا سکتا ہے) کہا ہے۔ (سوالات ابی بکر البرقانی للدارقطنی:۴۳)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو "صدوق" (الکاشف:۱/۸۶) اور "صالح الحدیث" (دیوان الضعفاء:۱/۹۴) قرار دیا ہے۔

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس کے متعلق "یُکتَبُ حدیثُهُ" (اس کی حدیث لکھی جاتی ہے) کہا ہے۔ (مختصر الکامل:۱۹۴)

مولانا عبد الرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ غیر مقلد اور مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے "یکتب حدیثه" کو الفاظ توثیق میں سے قرار دیا ہے۔ (مقالات مبارکپوری رحمہ اللہ: ص۲۱۹، توضیح الکلام:۱/۲۲۸)

امام عجلی رحمہ اللہ نے بھی "کتاب الثقات" میں اس کو "یُکتَبُ حدیثُهُ" قرار دیا ہے۔ (تاریخ الثقات:۱۰۵)

امام مسلم نے اپنی صحیح میں اس سے متابعت میں روایت لی ہے۔ (تہذیب وغیرہ)

جب کہ خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے:

جس راوی سے بخاری و مسلم استشہاد (متابعت میں روایت) کریں وہ ان کے نزدیک ثقہ و صدوق ہوتا ہے۔ (نصر الباری: ص۱۹۷)

اس سے معلوم ہوا کہ اشعث بن سوار رحمہ اللہ امام مسلم رحمہ اللہ کے نزدیک ثقہ و صدوق ہے۔

امام ابو عوانہ رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں اس سے متعدد احادیث روایت کی ہے (مثلاً دیکھئے "صحیح ابی عوانة"، ج۱، ص۲۸۳؛ ج۳، ص۹۰، ۱۳۵) اور یہ بھی خود علی زئی کے نزدیک اشعث بن سوار رحمہ اللہ کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ (دیکھئے "الحدیث" ش۷، ص۸؛ ش۸، ص۱۷، ۱۸)

امام ابن حبان رحمہ اللہ نے بھی اپنی "صحیح" میں اس سے کئی احادیث روایت کی ہیں۔ (مثلاً

دیکھئے "الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان": ۱/۹،۷/ ۲۸۱) اور یہ بھی خود علی زئی کے نزدیک اس کے ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ (ماہنامہ الحدیث: ۲۷/ ۱۷)

امام شعبہ نے بھی اس سے روایت لی ہے۔ (تہذیب وغیرہ)

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

شعبہ صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ (الحدیث: ۱۷/ ۱۰)

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے بھی ایک روایت میں اس کو ثقہ کہا ہے۔ (تہذیب، مختصر الکامل، ۱۴۲)

نیز امام عجلی رحمہ اللہ نے اس کو صدوق کہا ہے، اور امام بزار رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم نہیں جانتے کہ کسی شخص نے اس کی حدیث کو ترک کیا ہو سوائے ان لوگوں کے کہ جن کو حدیث کی معرفت کم ہے۔ (تہذیب)

امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (تاریخ اسماء الثقات: ۷۰)

نیز امام ابن شاہین رحمہ اللہ نے امام عثمان بن ابی شیبہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کو ثقہ اور صدوق کہا ہے۔ (ایضاً: ۷۱)

لہٰذا زبیر علی زئی غیر مقلد کا یہ دعویٰ کرنا کہ جمہور محدثین نے اسے ضعیف کہا ہے، یہ دعویٰ بلا دلیل ہونے کی وجہ سے ناقابل سماعت ہے۔ علاوہ ازیں امام ابن عبد الہادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

واشعث بن سوار مختلف فیہ، وثقہ بعض الائمۃ وضعفہ آخرون منهم۔ (شرح علل ابی حاتم: ص۱۰۳)

اشعث بن سوار مختلف فیہ ہے، بعض ائمہ حدیث نے اس کی توثیق کی ہے، اور بعض ائمہ نے اس کی تضعیف کی ہے۔

غیر مقلدین کے استاذ العلماء مولانا محمد گوندلوی رحمہ اللہ کا حوالہ گزر چکا ہے کہ مختلف فیہ راوی کی حدیث حسن ہوتی ہے۔

باقی رہے "قیس بن ربیع رحمہ اللہ" کہ جن کو علی زئی فی الحال قطع نظر کر رہے ہیں، لیکن ہم چاہتے ہیں کہ علی زئی کا یہ قرض بھی ہم ابھی چکا دیں، اس لیے عرض کہ قیس بن ربیع رحمہ اللہ، اگرچہ ایک متکلم فیہ راوی ہیں، لیکن امام ابن عدی (جن کو علی زئی نے معتدل قرار دیا ہے۔ الحدیث: ۷/

۱۴) اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ (جن کو علی زئی نے جرح و تعدیل کے ایک بہت بڑے امام قرار دیا ہے۔ "نور العینین"، ص۱۵۵) نے ان کے بارے میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ:

والقول فیہ ما قال شعبۃ: فانہ لا بأس بہ۔ (الکامل: ۱۵۸۷، العبر: ۱/ ۱۹۵)

ان کے بارے میں فیصلہ کن قول امام شعبہ رحمہ اللہ کا ہے کہ یہ "لا بأس بہ" ہیں۔

جب کہ خود علی زئی نے تصریح کی ہے کہ: "لا بأس بہ" کلمات توثیق میں سے ہے۔ (الحدیث: ۲۷: ۱۷)

لہٰذا خود علی زئی کے مسلمات کی روشنی میں بھی قیس بن ربیع کا ثقہ ہونا ثابت ہو گیا۔ الحمد للہ!

نیز مولانا عبد الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ غیر مقلد جنہوں نے "آثار السنن" کے رد میں "ابکار المنن" لکھی ہے، انہوں نے اس باب (ماجاء فی اذان الفجر قبل طلوعہ) کی دیگر کئی احادیث پر تو جرح کی ہے، لیکن انہوں نے اشعث بن سوار کی مذکورہ حدیث پر ادنیٰ سا نقد بھی نہیں کیا۔ (دیکھئے ابکار المنن، ص۹۶۔۹۸)

معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک بھی یہ حدیث صحیح ہے۔

نیز علامہ نیموی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تائید میں متعدد احادیث نقل کی ہیں۔ (آثار السنن، ص۱۱۹۔۱۲۲)

لہٰذا اس روایت میں اگر کوئی کمزوری ہے بھی تو دیگر روایات سے مؤید ہونے کی وجہ سے یہ قوی بن جاتی ہے۔

بارہواں الزام: روایت یوسف بن خالد السمتی کی تصحیح میں ابن حجر کی تقلید کرنا

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

مسند بزار (کشف الاستار ۱/ ۱۳۰) میں یوسف بن خالد (السمتی) کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں نیموی صاحب نے حافظ ابن حجر سے نقل کیا ہے:

اسنادہ حسن: (آثار السنن: ۴۳)

اس یوسف بن خالد السمتی کے بارے میں یحییٰ بن معین نے فرمایا:

كذاب، خبيث، اللہ کا دشمن اور برا آدمی ہے۔ ... كتاب الضعفاء للعقيلي: (٣١/٥١)

معلوم ہوا کہ یہ روایت موضوع ہے جسے حافظ ابن حجر نے تساہل کا شکار ہو کر حسن کہہ دیا ہے اور نیموی صاحب نے آنکھیں بند کر کے ان کی تقلید کی ہے۔ (الحدیث: ٣١/٥١)

جواب: زبیر علی زئی غیر مقلد نے امام ابن معین رحمہ اللہ سے یوسف سمتی رحمہ اللہ کے خلاف جو جرح نقل کی ہے اگر وہ ان سے ثابت بھی ہو تو پھر بھی ان کی یہ جرح خود غیر مقلدین کے ہاں ان کے متعنت و متشدد ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

چنانچہ مولانا محمد گوندلوی رحمہ اللہ، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ، مولانا نذیر رحمانی رحمہ اللہ اور مولانا ارشاد الحق اثری وغیرہ غیر مقلدین نے تصریح کی ہے کہ امام ابن معین جرح میں متعنت ہیں۔ (خیر الکلام: ص ٣٩، تاریخ اہلحدیث: ص ٨٠، انوار المصابیح: ص ١١٣، توضیح الکلام: ١/٣٩٧)

اور مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد کا بیان ابھی گزرا ہے کہ:

یہ بات طے شدہ ہے کہ متعنت کی جرح قابل قبول نہیں ہے۔

اس کے برعکس حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ، جنھوں نے یوسف سمتی کی حدیث کو حسن کہا ہے، وہ غیر مقلدین کے ہاں معتدل امام ہیں۔

چنانچہ مولانا نذیر احمد رحمانی غیر مقلد (جو بقول زبیر علی زئی غیر مقلد، مولانا، المحقق، الفقیہ تھے۔ تعداد رکعات قیام رمضان: ص ٧، نیز ما قبل گزر چکا ہے کہ علی زئی نے ان کو اپنا امام قرار دیا ہے) ارقام فرماتے ہیں:

امام ابوداود اور حافظ ابن حجر یہی دو حضرات ایسے ہیں جن کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ نہ متشدد ہیں اور نہ متساہل (انوار المصابیح: ص ١١٢)

یعنی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نہ متشدد ہیں اور نہ متساہل، بلکہ معتدل امام ہیں۔

نیز مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے حافظ موصوف کو ائمہ فن (جرح وتعدیل)

میں شمار کیا ہے۔ (توضیح الکلام: ١/٢٣٩)

لیکن زبیر علی زئی غیر مقلد کی دیدہ دلیری ملاحظہ کریں کہ وہ ایک معتدل امام کو متساہل قرار دے کر ان کی توثیق کا رد کر رہے ہیں، اس کے برعکس وہ ایک متشدد امام (ابن معین) کی جرح کو سینے سے لگا رہے ہیں۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا نام خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

اور پھر آج تک کسی محدث نے یوسف سمتی کی اس حدیث کو موضوع نہیں کہا، ورنہ دلیل پیش کی جائے۔ دیدہ باید۔

بلکہ اس حدیث (عذاب قبر پیشاب میں احتیاط نہ کرنے کی وجہ سے ہوتا ہے) کی تائید کی صحیح احادیث جو صحیحین وغیرہ میں مروی ہیں، سے بھی ہوتی ہے۔ (دیکھئے آثار السنن: ص ٣٥)

لہٰذا اس حدیث کو موضوع کہنا باطل ہے۔

اور پھر زبیر علی زئی کے امام مولانا عبد الرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ غیر مقلد (جنھوں نے علامہ نیموی رحمہ اللہ کی "آثار السنن" کے جواب میں "ابکار المنن" لکھی ہے) نے بھی اس حدیث کی بابت علامہ نیموی رحمہ اللہ سے کوئی اختلاف نہیں کیا، بلکہ ان کے اس فیصلے کی تائید کی ہے، چنانچہ موصوف نے علامہ نیموی رحمہ اللہ کے حوالے سے اس حدیث کی بابت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے تحسین نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

قلت: الظاهر ان المراد بالبول في هذا الحديث ايضا بول الانسان... (ابكار المنن: ص ٤٧)

میں کہتا ہوں کہ ظاہر یہی ہے کہ اس حدیث میں بھی پیشاب سے مراد انسان کا پیشاب ہے۔

لہٰذا اگر علی زئی، علامہ نیموی رحمہ اللہ پر اس لیے اعتراض کر رہے ہیں کہ انھوں نے اس حدیث سے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحسین کو آنکھیں بند کر کے قبول کر لیا ہے تو ان کو چاہیے کہ وہ علامہ نیموی رحمہ اللہ سے پہلے اپنے امام مبارکپوری صاحب رحمہ اللہ کی خبر لیں کہ انھوں نے کیوں تحسین

اپنی آنکھیں کھولیں، اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحسین پر نقد کرنے کی بجائے بلا چون وچرا اس کو قبول کرلیا۔ بلکہ اس کی تفسیر بیان کرنی شروع کردی، حالانکہ شیخ البانی غیر مقلد نے لکھا ہے: التفسیر فرع التصحیح۔ (الاحادیث الضعیفۃ: ۳۹۴/۱) کہ کسی حدیث کی تفسیر بیان کرنا اس حدیث کی تصحیح کرنے کے مترادف ہے۔

تیرواں الزام: روایت فضیلت جمعہ کے موضوع ہونے کے باوجود اس کی تصحیح

زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ:

ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جمعہ کے دن ہر مسلمان کو بخش دیتا ہے۔

(الاوسط للطبرانی، ۳۱۴/۵، ح ۴۸۱۳)

اس روایت میں امام طبرانی سے ابوعمار اور ابوعروہ کے تعین میں غلطی ہوئی ہے۔

ابوعمار سے مراد زیاد بن میمون البصری ہے۔ دیکھئے الکامل لابن عدی (۱۰۴۴/۳)

ابوعمار زیاد بن میمون الثقفی کے بارے میں امام یزید بن ہارون نے کہا: اور وہ جھوٹا تھا۔ (الجرح والتعدیل: ۵۴۴/۳ وسندہ صحیح)

لہٰذا یہ روایت موضوع ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سند میں ابوعروہ مجہول و نامعلوم ہے۔ (الحدیث: ۳۱/۵۱)

جواب: اس عبارت میں زبیر علی زئی غیر مقلد علامہ نیموی رحمہ اللہ کی تردید کرنا چاہتے تھے کہ انہوں نے جمعہ کی فضیلت والی موضوع حدیث کی تصحیح کی ہے۔ (آثار السنن: ۸۸۴) لیکن ان کی بجائے انہوں نے امام طبرانی کی تردید کرنی شروع کردی۔

دراصل ان کو علامہ نیموی رحمہ اللہ کی تردید کرنے کا ایسا جنون سوار ہوا ہے کہ اس میں یہ سب اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے ہیں، اور ان کو پتہ ہی نہیں چل رہا کہ وہ علامہ نیموی رحمہ اللہ کی تردید کر رہے ہیں یا امام طبرانی کی؟

لگتا ہے کہ زبیر علی زئی غیر مقلد یہ مضمون لکھتے وقت زبان حال یہ کہہ رہے ہوں گے۔

کہ رہا ہوں جنون میں کیا کیا
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

واضح رہے کہ امام طبرانی رحمہ اللہ نے مذکورہ حدیث کو روایت کرنے کے بعد لکھا ہے:

وابو عروۃ عندی: معمر بن راشد، وابو عمار: زیاد النمیری۔

(المعجم الاوسط: ۳۵۱/۳، ح ۴۸۱۷)

میرے نزدیک ابوعروہ سے معمر بن راشد رحمہ اللہ اور ابوعمار سے زیاد نمیری رحمہ اللہ مراد ہیں۔

ان میں سے معمر بن راشد کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ (تقریب التہذیب: ۲۰۲/۲) جب کہ زیاد نمیری رحمہ اللہ کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ (جن کو علی زئی نے معتدل امام کہا ہے) نے تصریح کی ہے کہ: لا بأس بحدیثہ۔ (مختصر الکامل: ۶۸۷) ان کی حدیث میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

امام بزار رحمہ اللہ نے بھی ان کو "لا بأس بہ" قرار دیا ہے۔ (البحر الزخار المعروف بمسند البزار: ۱۱۹/۱۳، ح ۶۵۰۰)

لہٰذا علی زئی کا ابوعمار سے زیاد بن میمون بصری مراد لے کر اور ابوعروہ کو مجہول و نامعلوم کہہ کر اس حدیث کو موضوع کہنا غلط ہے۔

باقی انہوں نے امام طبرانی رحمہ اللہ جو کہ اس روایت کے بنیادی راوی ہے، کے بارے میں جو یہ کہا ہے کہ ان سے ابوعمار اور ابوعروہ کے تعین میں غلطی ہوئی ہے، تو اس کی تردید کے لئے زبیر علی زئی غیر مقلد کا اپنا فرمایا ہوا یہ ارشاد ہی کافی ہے کہ:

اور یہ ظاہر ہے کہ راوی اپنی روایت کو دوسروں کی بہ نسبت زیادہ جانتا ہے۔

(الحدیث: ۳۲/۵۵)

بنا بریں امام طبرانی نے اپنی روایت کے راویوں کی جو تعیین کی ہے اس کے مقابلے میں دوسروں کی بات کا کیا اعتبار ہے؟

نیز زبیر علی زئی غیر مقلد کا ابوعمار کو کذاب اور ابوعروہ کو مجہول قرار دینا اس لیے بھی غلط ہے، کیونکہ محدث جلیل امام نور الدین ہیثمی رحمہ اللہ نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح خلا شیخ

الطبرانی۔ (مجمع الزوائد: ۲/۱۶۳)

اس حدیث کو امام طبرانی نے "المعجم الاوسط" میں روایت کیا ہے، اور اس حدیث کے سب راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں، سوائے امام طبرانی رحمہ اللہ کے شیخ (عبدالملک بن یحییٰ بن بکیر) کے۔

نیز امام منذری رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کی سند کو حسن کہا ہے۔ (الترغیب والترہیب: ۱/۳۸۴، کتاب الجمعۃ، ح ۱۹)

اس سے معلوم ہوا کہ ابو مختار سے مراد زیاد بن میمون جو بقول یزید بن ہارون کذاب ہے، نہیں ہے، اور نہ ہی اس کا شاگرد ابو عروہ مجہول ہے، بلکہ یہ دونوں ثقہ راوی ہیں۔

نیز یہی حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی دو طرق سے مروی ہے۔ (تاریخ بغداد: ۵/۳۸۸) لہٰذا یہ دونوں حدیثیں آپس میں مل کر (کم از کم فضائل اعمال میں) قوی ہو جاتی ہیں۔

چودھواں الزام: ابو ہارون کے مجروح ہونے کے باوجود اس کو ثقہ کہنا

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں سلام پھیرنے کے بعد سورۃ الصّٰفّٰت کی آخری تین آیتیں پڑھتے تھے۔ (مسند ابی یعلی ۲/۳۶۳، ح ۱۱۱۸، المقصد العلی: ۱/۱۳۳، ح ۴۹۹)

یہ روایت بیان کرنے کے بعد نیموی صاحب نے حافظ ہیثمی (مجمع الزوائد: ۲/۱۴۷، ۱۴۸) سے نقل کیا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ (آثار السنن: ۴۷۹)

عرض ہے کہ یہ روایت ابو ہارون عمارہ بن جوین العبدی نے سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے نہ کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے، اور ابو ہارون سخت مجروح راوی ہے۔ اس کے بارے میں امام یحییٰ بن معین نے گواہی دی:

اور وہ ان (محدثین) کے نزدیک اپنی حدیثوں میں سچا نہیں سمجھا جاتا تھا۔ (تاریخ

ابن معین روایۃ عباس الدوری: ۳۶۴۴)

امام حماد بن زید نے کہا: ابو ہارون العبدی کذاب تھا۔ الخ (الجروح والتعدیل: ۶/۳۶۴ وسندہ حسن) معلوم ہوا کہ یہ روایت موضوع ہے جسے غلطی سے حافظ ہیثمی نے "رجالہ ثقات" لکھ دیا ہے اور نیموی صاحب نے بغیر تحقیق کے ان کی پیروی کی ہے۔ (الحدیث: ۵۱/۳۴)

جواب: ہم پہلے یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ "مسند ابی یعلی" علامہ نیموی رحمہ اللہ کے زمانے میں غیر مطبوعہ اور نایاب تھی، اور انہوں نے اس کی جو احادیث ذکر کی ہیں وہ انہوں نے امام ہیثمی رحمہ اللہ کی کتاب "مجمع الزوائد" سے نقل کی ہیں۔ امام ہیثمی رحمہ اللہ چونکہ احادیث کا صرف متن ذکر کرتے ہیں اور ان کی اسانید کو حذف کر دیتے ہیں، البتہ وہ ہر حدیث کے بعد اس کی سند کا حکم کہ یہ صحیح ہے، یا ضعیف، اور اس کے راوی ثقہ ہیں یا غیر ثقہ ضرور بتلا دیتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ! اب جب کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ کے سامنے اس مذکورہ حدیث کی سند ہی نہیں تھی تو وہ اس کے راویوں کی تحقیق کیسے کرتے؟ اس لیے لامحالہ ان کو امام ہیثمی رحمہ اللہ کی ہی تحقیق پر اعتماد کرنا پڑا۔ اور پھر علی زئی کے امام مولانا مبارکپوری رحمہ اللہ، جنہوں نے علامہ نیموی رحمہ اللہ کے رد میں "ابکار المنن" لکھی ہے، انہوں نے بھی اپنی اس کتاب میں علامہ نیموی رحمہ اللہ کی ذکر کردہ اس حدیث اور امام ہیثمی رحمہ اللہ کے اس کے رواۃ کو ثقہ کہنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا، بلکہ اس باب کی کسی بھی حدیث پر انہوں نے کوئی نقد نہیں کیا۔ لہٰذا علی زئی کو چاہیے کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ پر اعتراض سے پہلے اپنے امام مبارکپوری رحمہ اللہ پر یہ اعتراض کریں۔

ثانیاً: اگر ابو ہارون سے عمارہ بن جوین ہی مراد ہو تو پھر بھی اس کی یہ حدیث معتبر ہے، اس لئے کہ حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے اس کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (مجمع الزوائد: ۲/۱۴۷)

نیز امام ابن عدی رحمہ اللہ (جن کو علی زئی نے معتدل امام قرار دیا ہے۔ الحدیث: ۷/۱۴) نے عمارہ بن جوین کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

لہ احادیث صالحۃ عن ابی سعید الخدری وغیرہ۔

(مختصر الکامل، ص ۵۲۹، ت ۱۲۵۶)

اس کی حضرت ابوسعید خدریؓ وغیرہ سے مروی احادیث درست ہیں۔

امام یحییٰ بن معینؒ کی تصریح کے مطابق امام شعبہؒ (جن کے متعلق علی زئی کی تصریح گزر چکی ہے کہ وہ صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں) نے بھی عمارہ بن جوین سے روایت کی ہے۔ (معرفۃ الرجال: ۴۸/۷، ت ۱۲۵۶؛ لیحیی بن معین، بروایۃ ابن محرز البغدادی)

امام دارقطنیؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

یصلح ان یعتبر بہ بما یرویہ عنہ الثوری والحمادان۔ (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۳۸۱، للدارقطنیؒ)

اس کی وہ روایت جو اس سے سفیان ثوریؒ اور حماد بن زیدؒ و حماد بن سلمہؒ روایت کریں وہ معتبر ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

اور اس کی مذکورہ روایت کو اس سے سفیان ثوریؒ اور حماد بن زیدؒ نے بھی روایت کیا ہے۔ (کتاب الدعاء: ص ۲۲۵، ح ۷۵۱ للطبرانیؒ، مسند ابی یعلی: ۴۷۴/۱، ح ۱۱۱۳، المطالب العالیۃ: ۱۲۸/۳-۱۱۵۳ لابن حجرؒ)

جب کہ اس کے خلاف امام ابن معینؒ اور امام حماد بن زیدؒ کی جرح باصول غیر مقلدین بھی مرجوح ہے، چنانچہ امام ابن معینؒ نے جو اس کے بارے میں کہا ہے:

وکان عندھم لا یصدق فی حدیثہ (وہ ان کے نزدیک حدیث میں سچا نہیں تھا) اس لئے مرجوح ہے کہ امام ابن معینؒ نے ان لوگوں کی کوئی تعیین نہیں کی کہ کن لوگوں کے نزدیک یہ حدیث میں سچا نہیں تھا؟

اور خود زبیر علی زئی غیر مقلد اور ان کے ممدوح مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے ایسی جرح کو غیر مفسر اور جارح کے نامعلوم ہونے کی وجہ سے مردود قرار دیا ہے۔ (نور العینین، ص ۱۰۷، توضیح الکلام: ۵۳۳/۱)

اسی طرح امام حماد کا (بشرط ثبوت) اس کو کذاب کہنا بھی باقرار غیر مقلدین مردود ہے، اس لئے کہ انہوں نے اس کے کذاب ہونے کا کوئی ثبوت اور سبب بیان نہیں کیا۔

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد ایک راوی پر وارد ان الفاظ (کذاب) کا جواب دیتے

ہوئے لکھتے ہیں:

معترض پر لازم تھا کہ وہ سبب کذب بیان کرتے۔ (توضیح الکلام: ۲۳۹/۱)

معلوم ہوا کہ جب تک سبب کذب نہ بیان کیا جائے اس وقت تک کسی کے بارے میں کذاب کی جرح کالعدم ہے۔

نیز اس جرح کا جواب مولانا موصوف نے امام ابن معین کے حوالے سے یہ بھی بیان کیا ہے کہ:

غالباً انہوں (جارح) نے (راوی کو) کلام میں غلطی کی بنا پر کذاب کہا ہے مگر حدیث میں تو وہ ثقہ ہے۔ (توضیح الکلام: ۲۳۰/۱)

بنا بریں ابوہارون جو بقول امام ہیثمیؒ، امام ابن عدیؒ اور امام شعبہؒ اور امام دارقطنیؒ ثقہ و معتبر ہے، اگر اس کو امام حماد بن زید نے کذاب کہا بھی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے کلام میں غلطی کی ہے لیکن حدیث میں وہ ثقہ ہے۔ بالخصوص جب خود امام حمادؒ نے بھی ابوہارون سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

باقی زبیر علی زئی غیر مقلد نے امام ہیثمیؒ کے بارے میں جو یہ کہا ہے کہ انہوں نے غلطی سے ابوہارون کو ثقہ قرار دیا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ہیثمیؒ یہ وہی شخص ہیں جنھوں نے زبیر علی زئی غیر مقلد کے کئی پسندیدہ راویوں (عیسیٰ بن جاریہ وغیرہ جو عند الجمہور ضعیف ہیں) کو بھی ثقہ کہا ہے، اور زبیر علی زئی غیر مقلد نے امام ہیثمیؒ کی توثیق کو ان راویوں کے حق میں بڑی شد و مد سے پیش کیا ہے۔ اب اگر زبیر علی زئی غیر مقلد میں کوئی انصاف و دیانت کی کوئی چیز ہے تو ان کو چاہیے کہ وہ اعلان کردیں کہ:

امام ہیثمی کا عیسیٰ بن جاریہ وغیرہ کو ثقہ کہنا بھی ان کی غلطی ہے۔ دیدہ باید۔

ثانیاً: مذکورہ حدیث کی تائید اس موضوع سے متعلق دیگر متعدد احادیث سے بھی ہوتی ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس مذکورہ حدیث کی تائید میں چار احادیث ذکر کی ہیں، جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ارقمؓ، اور حضرت شعبیؒ (جو کہ تابعی

ہیں) سے مروی ہیں۔ ان میں سے آخر الذکر مرسل روایت کی سند کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے صراحتاً صحیح قرار دیا ہے۔ (نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار: ۳۰۶/۲)

لہٰذا حضرت ابو سعید خدریؓ کی مذکورہ بالا حدیث کی سند میں اگر کوئی سقم ہے بھی تو وہ ان مذکورہ چار احادیث سے مؤید ہو کر ختم ہو جاتا ہے، اور یہ حدیث اپنے مؤیدات کی وجہ سے (کم از کم فضائل اعمال میں) قابل حجت بن جاتی ہے۔ بلکہ امام شعبی رحمہ اللہ کی اکیلی مرسل روایت ہی اس مسئلہ میں قابل حجت ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے، کیونکہ باقرار غیر مقلدین ان کی تمام مرسل روایات صحیح ہیں۔ چنانچہ مولانا عبد الرؤف سندھو غیر مقلد امام شعبی رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ان کی مرسل روایت بھی صحیح ہوتی ہے، کیونکہ یہ صحیح روایت ہی کو مرسلاً بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ عجلی وغیرہ نے کہا ہے۔ (القول المقبول: ص ۵۴۸)

الغرض، یہ حدیث ہر لحاظ سے حجت ہے، اور اس پر علی زئی کا اعتراض مردود ہے۔

صحیح احادیث کی تضعیف کرنے کے الزامات

زبیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیموی رحمہ اللہ کے خلاف "صحیح احادیث پر حملہ" کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے کہ انہوں نے کئی صحیح احادیث کو بھی ضعیف و مضطرب قرار دینے کی جسارت فرمائی ہے، اور پھر اس کی انہوں نے چار مثالیں ذکر کی ہیں۔ قارئین کی خدمت میں زبیر علی زئی غیر مقلد کے ان چاروں الزامات کی حقیقت پیش خدمت ہے۔

پہلا الزام: صحیحین کی روایت کو ضعیف کہنا

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

ایک دفعہ نبی ﷺ نماز میں بھول گئے تو ذوالیدین (خرباق ؓ) نے آپ کو بتایا تھا اور لوگوں نے ان کی تصدیق کی تھی، یہ حدیث صحیحین میں موجود ہے۔

اس صحیح حدیث پر حملہ کرتے ہوئے نیموی صاحب لکھتے ہیں:

یہ روایت اگرچہ صحیحین میں ہے لیکن کئی وجہ سے مضطرب (یعنی ضعیف) ہے۔ (آثار السنن: ۵۵۰، الحدیث: ۳۲/۵۱)

جواب: مذکورہ بالا حدیث مختلف طرق سے مروی ہے، اور ان طرق کے الفاظ کئی وجوہ سے باہم مختلف ہیں۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ان سب طرق کو ذکر کیا ہے، اور ان کے الفاظ میں جو اختلاف ہے اس کو بھی انہوں نے بڑے محققانہ انداز میں واضح کر دیا ہے۔ خود علمائے غیر مقلدین میں سے قاضی شوکانی رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی اس حدیث کے الفاظ میں اختلاف کا ذکر کیا ہے، اور قاضی شوکانی رحمہ اللہ نے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ:

والظاھر ان الاختلاف من الرواۃ۔ (نیل الوطار: ۵۵۲/۱)

ظاہر یہی ہے کہ یہ اختلاف اس حدیث کے راویوں کی طرف سے ہے۔

اب خود غیر مقلدین کو بھی یہ تسلیم ہے کہ اس حدیث کے الفاظ میں اختلاف ہے، علامہ نیموی نے اسی اختلاف کو اضطراب سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن انہوں نے اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا،

اور خود علمائے غیر مقلدین، شیخ عبدالرحمن معلمی رحمہ اللہ اور شیخ البانی رحمہ اللہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ ہر مضطرب حدیث ضعیف نہیں ہوتی، بلکہ صرف وہی مضطرب حدیث ضعیف ہوتی ہے جس میں تطبیق یا ترجیح ممکن نہ ہو۔ (دیکھئے التنکیل للمعلمی:۲/۹، حاشیۃ التنکیل للالبانی:۲/۷۹)

زبیر علی زئی کے ممدوح مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد نے بھی تصریح کی ہے کہ:

ہر مضطرب حدیث کا ضعیف ہونا ضروری نہیں ہے۔ (مقالات:۲/۳۵۷)

اور چونکہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے اس روایت کو کئی وجوہ سے مضطرب قرار دینے کے باوجود ان وجوہات میں تطبیق اور ترجیح بھی بیان کی ہے۔ (دیکھئے التعلیق الحسن:۲۷۷، ۲۸۷، ۲۸۰) لہٰذا زبیر علی زئی غیر مقلد کا علامہ نیموی رحمہ اللہ کی عبارت "یہ روایت کئی وجہ سے مضطرب ہے" کا یہ مطلب بیان کرنا کہ انہوں نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے، محض ان کا تعصب اور ان کا اپنے اکابرین کی تصریحات سے جاہل اور غافل ہونے کی دلیل ہے۔

اور پھر علامہ نیموی رحمہ اللہ نے تو اس حدیث کو صرف مضطرب کہا ہے، لیکن خود غیر مقلدین نے صحیحین (بخاری ومسلم) کی کئی روایات کو مضطرب قرار دینے کے علاوہ ضعیف بھی کہا ہے۔

مثلاً "صحیح مسلم" (ح ۸۳۵) میں مروی حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث "وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا" (اور جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو) جس کے بارے میں خود علی زئی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی "صحیح" میں اس حدیث کی تخریج کی ہے (نصر الباری، ص ۲۸۳)، کو مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد (جو بقول زبیر علی زئی غیر مقلد: پاکستان کے مشہور محقق اور اہلحدیث کے نامور عالم ہیں۔ الحدیث:۲/۱۳) نے ضعیف قرار دیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ:

امام اثرم رحمہ اللہ نے ان (امام احمد) سے اس کا مضطرب ہونا نقل کیا ہے۔ (توضیح الکلام: ص ۷۱)

مولانا امیر یمانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی اس حدیث کو منقطع اور مضطرب قرار دیا ہے۔ (سبل السلام:۲/۹۰)

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے تو "صحیحین" کی روایت کو صرف مضطرب قرار دیا ہے، جب کہ

زبیر علی زئی غیر مقلد کے اپنے علماء "صحیح مسلم" کی حدیث کو مضطرب قرار دینے کے ساتھ ساتھ اس کو ضعیف اور منقطع کہنے سے بھی نہیں چوک رہے۔

نیز علامہ امیر یمانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے "صحیح مسلم" کی ایک اور حدیث کو بھی منقطع قرار دیا ہے۔ (سبل السلام:۳/۶۰)

اب زبیر علی زئی غیر مقلد اپنے ان اکابرین کے بارے میں کیا فتویٰ صادر کریں گے؟ دیدہ باید۔

غیر کی آنکھ کا تنکا تجھ کو آتا ہے نظر
دیکھ غافل اپنی آنکھ کا ذرا شہتیر بھی

دوسرا الزام: آمین بالجہر کی حسن روایت کو مضطرب کہنا

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے اونچی آواز سے آمین کہی۔ (سنن ابی داود:۹۳۲)......

سفیان ثوری کی بیان کردہ درج بالا حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے فرمایا حسن... مگر نیموی صاحب امام شعبہ کے اختلاف کی وجہ سے اسے حدیث مضطرب (ضعیف) لکھتے ہیں۔ (آثار السنن:۳۷۷) آگے جا کر نیموی صاحب امام شعبہ کی روایت کے بارے میں تدلیس کے انداز میں لکھتے ہیں:

اور اس کی سند صحیح ہے اور اس کے متن میں اضطراب ہے۔ (آثار السنن:۳۸۳)

عرض ہے کہ اگر متن میں اضطراب ہے تو سند صحیح نہیں ہے، اور اگر سند صحیح ہے تو متن میں اضطراب کہاں سے آ گیا؟...... (الحدیث:۵۱/۳۳)

جواب: ہم ماقبل تفصیل سے بیان کر آئے ہیں کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے امام ثوری رحمہ اللہ اور امام شعبہ رحمہ اللہ، دونوں کی روایات کی اسناد کو صحیح قرار دیا ہے۔ البتہ چونکہ ان دونوں جلیل القدر اماموں کی روایات کے مضامین باہم مختلف ہیں اس لیے اصول حدیث کی رو سے علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ان دونوں روایات کے متعلق یہ فیصلہ دیا کہ:

(۱) ان دونوں روایات کے باہم مختلف ہونے کی وجہ سے ان دونوں کو مضطرب قرار دیا جائے

اور دونوں فریق ان روایات سے استدلال کرنے سے دستبردار ہو جائیں۔

(۲) یا ان دونوں روایات میں تطبیق دی جائے۔

(۳) یا ان دونوں روایات میں سے ایک کو دوسری پر ترجیح دی جائے۔

اب علامہ نیموی رحمہ اللہ نے کون سی بات اصول حدیث سے ہٹ کر کہی ہے کہ زبیر علی زئی اس کو تدلیس سے تعبیر کر رہے ہیں؟ علامہ موصوف نے تو کوئی تدلیس نہیں کی، البتہ زبیر علی زئی کی اپنی یہ تلبیس ہے کہ وہ خواہ مخواہ علامہ نیموی رحمہ اللہ پر یہ اعتراض کر رہے ہیں کہ انہوں نے امام شعبہ رحمہ اللہ کی روایت کے متن کو مضطرب قرار دینے کے باوجود اس کی سند کو صحیح کیوں کہا، حالانکہ زبیر علی زئی کو بھی یہ بات تسلیم ہے کہ سند کے صحیح ہونے سے اس کے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا۔

چنانچہ زبیر علی زئی، مولانا عبدالرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ غیر مقلد کے قول: ومن المعلوم ان صحة السند لا تستلزم صحة المتن۔ (یہ بات معلوم ہے کہ سند کے صحیح ہونے سے اس کے متن کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا) پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر مولانا مبارکپوری وغیرہ کے قول کا یہ مطلب ہے کہ بظاہر صحیح السند نظر آنے والی روایت اگر شاذ یا معلول (مضطرب وغیرہ) ہو تو اس سے حدیث کا فی نفسہ صحیح ہونا لازم نہیں آتا تو یہ بات صحیح ہے۔ (تعداد رکعات قیام رمضان، ص ۶۲)

نیز زبیر علی زئی نے علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ بھی لکھا ہے کہ:

بعض اوقات اضطراب سند میں ہوتا ہے اور بعض اوقات متن میں ہوتا ہے۔ (الحدیث: ۵۳/۴۱)

یہ سب کچھ ماننے کے باوجود زبیر علی زئی غیر مقلد کا علامہ نیموی رحمہ اللہ پر یہ طنز کرنا کہ انہوں نے امام شعبہ رحمہ اللہ کی حدیث کے متن کو مضطرب قرار دینے کے باوجود اس کی سند کو صحیح کہہ کر تدلیس کی ہے، یہ دراصل علامہ نیموی رحمہ اللہ کی تدلیس نہیں، بلکہ زبیر علی زئی کی اپنی تلبیس ہے۔

جماعت غیر مقلدین کو زبیر علی زئی غیر مقلد جیسے اپنے ان محققین پر خوب فخر کرنا چاہیے کہ جن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ دو روایتوں کے متن میں اضطراب تب ہی ہوتا ہے جب ان دونوں کی سند صحیح ہو اور ان کے متن باہم مختلف ہوں۔ لیکن اگر ان میں سے ایک کی سند ہی صحیح نہ ہو تو پھر وہ دوسری روایت سے معارض کیسے ہوگی، اور ان کے متن میں اضطراب کیونکر پیدا ہوگا؟

اور پھر زبیر علی زئی غیر مقلد کا دوغلا پن ملاحظہ کریں کہ وہ ایک طرف امام شعبہ رحمہ اللہ کی مذکورہ حدیث (بیابت آمین بالسر) کو خطاء اور معلول قرار دیتے ہیں۔ (القول المتین: ص ۴۸، حاشیہ مختصر صحیح نماز نبوی، ص ۱۳)

جب کہ دوسری طرف وہ اس حدیث کو بطور استدلال پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سری نماز میں آمین سرا کہنا چاہیے۔
(مختصر صحیح نماز نبوی، ص ۱۳)

اب بے انصافیاں علی زئی خود کرتے ہیں لیکن بے انصافی کے طعنے وہ دوسروں کو دے رہے ہیں۔

ع میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

تیسرا الزام: فاتحہ خلف الامام کی صحیح حدیث کو ضعیف کہنا

زبیر علی زئی غیر مقلد قمطراز ہیں:

فاتحہ خلف الامام کی ایک صحیح حدیث محمد بن ابی عائشہ (ثقہ تابعی) عن رجل من اصحاب النبی ﷺ کے بارے میں نیموی صاحب لکھتے ہیں: اور اس کی سند ضعیف ہے۔ (آثار السنن: ۳۵۶)

دوسری طرف محمد بن اسحاق بن یسار کی محمد بن جعفر عن عروہ بن زبیر کی سند سے "عن امراۃ بنی نجار" والی روایت کے بارے میں نیموی صاحب نے حافظ ابن حجر سے "اسنادہ حسن" نقل کیا ہے۔ (آثار السنن: ۳۶۳؛ الحدیث: ۵۱/۳۳)

جواب: علامہ نیموی نے محمد بن ابی عائشہ کی روایت کے ضعف کی دو وجہیں بیان کی ہیں:

﴿۱﴾ ابن ابی عائشہ جو کہ طبقہ رابعہ کے ہیں کہ جن کی اکثر روایتیں تابعین سے ہیں، انہوں نے اس روایت کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص سے "عن" سے روایت کیا ہے، اور اس سے سماع کی تصریح نہیں کی، اور نہ ہی اس شخص کا نام لیا تاکہ یہ دیکھا جا سکے کہ انہوں نے اس شخص کا زمانہ پایا بھی ہے۔ یا نہیں؟ اور راوی کا عن سے روایت کرنا صرف اسی صورت میں مقبول ہے جب وہ راوی غیر مدلس ہو اور اپنے معاصر سے روایت کر رہا ہو کیونکہ امام مسلم رحمہ اللہ کے نزدیک ایسی

روایت میں معاصرت ہونا، جب کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے ہاں ملاقات ہونا بھی شرط ہے۔ پس جب ابن ابی عائشہ کی (اپنے مَرْوِیْ عَنْہُ) سے معاصرت ثابت نہیں ہے تو ان کی یہ روایت انقطاع کے شبہ سے خالی نہیں ہے، نیز ان کی سند کو اتصال کا حکم کیسے دیا جاسکتا ہے جب کہ ان کی اکثر روایتیں تابعین سے مروی ہیں، اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے نہایت کم ہیں؟...... (التعلیق الحسن: ص۱۶۸)

مولانا نذیر احمد رحمانی رحمہ اللہ غیر مقلد (جن کو زبیر علی زئی غیر مقلد امام، محقق اور فقیہ قرار دے چکے ہیں) کا مؤقف تو اس بارے میں علامہ نیموی رحمہ اللہ کے مؤقف سے بھی زیادہ سخت ہے، چنانچہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں:

چوتھا طبقہ وہ ہے جو تابعین کے طبقہ وسطیٰ کے قریب ہے جن کی اکثر روایتیں کبار تابعین سے لی گئی ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم سے نہیں۔ (انوار المصابیح: ص۲۸۰، بحوالہ تقریب التہذیب: ص۳)

نیز روایت "مُعَنْعَنْ" سے متعلق حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ وغیرہ کے حوالجات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> اور جب معاصرت ہی ثابت نہیں تو پھر ملاقات اور حدیث کا سماع اور روایت تو محض خواب وخیال کی باتیں ہیں۔ ہاں "عَنْ" میں احتمال معاصرت اور امکان لقاء کی گنجائش ہے، مگر حافظ ابن حجر کے قول کے بموجب صرف احتمال اور امکان کافی نہیں بلکہ معاصرت کا ثبوت شرط ہے، اور حافظ ابن الصلاح کے قول کے بموجب تو ملاقات کا ثبوت بھی شرط ہے۔ (ایضاً ص۲۹۵، ۲۹۶)

ملاحظہ ہو کہ مولانا رحمانی کا "مُعَنْعَنْ" روایت سے متعلق مؤقف تو علامہ نیموی رحمہ اللہ کے مؤقف سے بھی زیادہ سخت ہے، علامہ نیموی رحمہ اللہ تو صرف معاصرت کا ثبوت مانگ رہے ہیں، جب کہ مولانا رحمانی معاصرت کے ساتھ ساتھ راوی کی اپنے "مَرْوِیْ عَنْہُ" سے ملاقات ہونے کے ثبوت کا بھی مطالبہ کر رہے ہیں۔

لیکن اس کے باوجود زبیر علی زئی غیر مقلد علامہ نیموی رحمہ اللہ پر اعتراض کرتے ہیں، جب کہ وہ مولانا رحمانی کو امام، محقق اور فقیہ کے القاب سے نواز رہے ہیں۔ یہ ان کا عجیب انصاف ہے۔

﴿۲﴾ علامہ نیموی نے ابن ابی عائشہ کی اس روایت کے ضعف کی دوسری وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ روایت محفوظ نہیں ہے، اس لئے کہ اس روایت میں خالد حذاء متفرد ہیں، انہوں نے اس روایت کو "عَنْ أَبِیْ قِلَابَةَ عَنْ أَبِیْ عَائِشَةَ، عَنْ رَجُلٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِیِّ ﷺ" کی سند سے نقل کیا ہے، جب کہ ایوب سختیانی رحمہ اللہ (جو خالد حذاء رحمہ اللہ سے زیادہ ثقہ ہیں) انہوں نے اس روایت کو "عَنْ أَبِیْ قِلَابَةَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ" کی سند سے (بغیر واسطہ صحابی) بیان کیا ہے۔ نیز "مصنف ابن ابی شیبہ" میں خالد حذاء نے بھی اس روایت کو مرسل ہی روایت کیا ہے۔ لہٰذا یہ مرسل روایت محفوظ ہے اور اس کے بالمقابل خالد حذاء کی بواسطہ صحابی والی روایت شاذ ہے۔ (التعلیق الحسن: ص۱۶۹)

امام دارقطنیؒ نے بھی خالد حذاء کی اس متصل روایت کے مقابلے میں ایوب سختیانی رحمہ اللہ وغیرہ کی مرسل روایت کو ترجیح دی ہے، اور تصریح کی ہے کہ:

والمرسل الصحیح (کتاب العلل: ۳/۳۱۱، ح۱۶۳۵)

مرسل روایت ہی صحیح ہے۔

لہٰذا ثابت ہو گیا کہ علامہ نیمویؒ کی اس روایت کو ضعیف قرار دینے کی دوسری وجہ بھی درست ہے۔

قارئین: یہ دو وجوہات ہیں جن کی بنا پر علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ابن ابی عائشہ رحمہ اللہ کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کے بالمقابل انہوں نے عروہ بن زبیر رحمہ اللہ کی بنی نجار کی ایک عورت سے روایت کردہ حدیث کے متعلق جو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے تحسین نقل کی ہے، اس میں ابن ابی عائشہ رحمہ اللہ والی حدیث کی طرح کوئی ایسی علت نہیں ہے، اور عروہ بن زبیر رحمہ اللہ بھی طبقہ ثالثہ کے ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۱/۶۷۱) اور ان کی اکثر روایات صحابہ کرامؓ سے مروی ہیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے امام ابو زرعہ دمشقی رحمہ اللہ اور امام احمد بن علی قلقشندی رحمہ اللہ نے ان کو کبار واجلہ تابعین میں شمار کیا ہے۔ (تاریخ ابی زرعة الدمشقی: ص۲۵۸، نہایة الارب فی معرفة انساب العرب: ص۳۲۶) لہٰذا ابن ابی عائشہ کی روایت کو ان کی

روایت پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

نیز امام محمد بن سعد رحمہ اللہ (م ۲۳۰ھ) نے اپنے استاذ محمد بن عمر واقدی رحمہ اللہ کے طریق سے ایک روایت نقل کی ہے، جس میں بنی نجار سے تعلق رکھنے والی اس عورت کے نام کی تصریح موجود ہے، جو کہ مشہور انصاری صحابی حضرت زید بن ثابتؓ کی والدہ حضرت نوارؓ ہیں۔ (الطبقات الکبریٰ: ۸/۳۰۹)

علامہ واقدی رحمہ اللہ اگرچہ روایتِ حدیث میں کمزور ہیں، لیکن بتصریح مولانا مبارکپوری رحمہ اللہ وہ "رأس فی المغازی والسیر والاخبار" (مغازی، سیرت اور تاریخ میں سرخیل) ہیں۔ (ابکار المنن: ص ۴۷) اور ان کی یہ روایت بھی تاریخی امور سے متعلق ہے۔ لیکن اگر ان کی اس روایت کو ضعیف بھی تسلیم کرلیا جائے تو پھر بھی اس سے کم از کم حضرت عروہ رحمہ اللہ کی روایت میں نامعلوم صحابیہ کے نام کی تعیین ہوجاتی ہے۔ اور یہ بات خود غیر مقلدین کو بھی تسلیم ہے، جیسا کہ ان کے نامور عالم مولانا محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے ایک حدیث کے متعلق تصریح کی ہے کہ: حدیث اگرچہ ضعیف ہے، جیسے انحضوا کی دوسری روایتیں ضعیف ہیں، مگر انصات کے محل کی تعیین میں اس سے وضاحت ہوتی ہے۔ (خیر الکلام: ص ۳۰۷)

بنابریں علامہ واقدی رحمہ اللہ کی روایت کو بھی اگر ضعیف بھی تسلیم کرلیں تو بھی اس سے حضرت عروہ رحمہ اللہ کی روایت کی تعیین ہوجاتی ہے، لہٰذا ان کی روایت پر محمد بن ابی عائشہ کی روایت کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے بھی اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، اور اس کی تائید میں (صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہ سے) متعدد احادیث بھی نقل کی ہیں۔ (ارواء الغلیل، ۱/۲۲۶-۲۲۸؛ احکام الاذان والاقامة: ص ۵۲-۵۳)

چوتھا الزام: حسین بن فضل کو حسن بن فضل قرار دے کر جرح کرنا

زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

الحسین بن الفضل البجلی نے صحیح سند کے ساتھ مشہور ثقہ تابعی عطاء بن ابی رباح رَحِمَهُ الله سے نقل کیا ہے کہ وہ تین وتر پڑھتے تو ان کے درمیان نہ بیٹھتے، اور تشہد صرف آخری رکعات میں پڑھتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ج ۳،

ص ۲۹ بحوالہ الحاکم)

مستدرک الحاکم کے مطبوعہ نسخے (۱/۳۰۵، ح ۱۱۴۲) میں غلطی سے الحسین بن الفضل البجلی کے بجائے الحسن بن الفضل چھپ گیا ہے جسے نیموی صاحب نے شدید جرح کا نشانہ بنایا ہے۔ (دیکھئے آثار السنن: ص ۳۴۲، حدیث: ۶۲۵ کا حاشیہ)..... (الحدیث: ۵۱/۳۵، ۳۶)

جواب: امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ روایت امام حاکم رحمہ اللہ (کی مستدرک) سے نقل کی ہے، جیسا کہ خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے بھی تصریح کی ہے، گویا اس روایت کا اصل ماخذ امام حاکم رحمہ اللہ کی "المستدرک" ہے۔ اب اصل ماخذ میں اس روایت کی سند میں حسن بن فضل ہی ہے، لیکن امام بیہقی رحمہ اللہ کی "السنن الکبریٰ" کے مطبوعہ نسخے میں اس روایت کی سند میں حسن بن فضل کے بجائے حسین بن فضل طبع ہے۔

زبیر علی زئی غیر مقلد کی بے انصافی دیکھئے کہ وہ یہاں اصل ماخذ کی سند کو غلط قرار دے کر اس کے مقابلے میں "السنن الکبریٰ للبیہقی" کی سند کو جو "المستدرک للحاکم" سے ہی ماخوذ ہے، کو ترجیح دے رہے ہیں، حالانکہ یہ خود زبیر علی زئی غیر مقلد کے اپنے طے شدہ اصولوں کی روشنی میں بھی باطل ہے۔ کیونکہ وہ خود پہلے یہ اصول طے کرچکے ہیں کہ اصل ماخذ اور اس سے منقول کتاب میں اختلاف کی صورت میں ترجیح اصل ماخذ ہی کو ہوگی۔

چنانچہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے امام دارقطنی رحمہ اللہ کے شاگرد امام سہمی رحمہ اللہ سے امام دارقطنی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

لم یلق ابوحنیفة احدا من الصحابة، الا انه رأی انسا بعینه ولم یسمع منه۔ (تبییض الصحیفة فی مناقب الامام ابی حنیفة، ص ۴۳)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کسی صحابی سے ملاقات نہیں کی سوائے حضرت انسؓ کے، کہ آپ نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، اور ان سے سماع حدیث نہیں کیا۔

حافظ عراقی رحمہ اللہ اور حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی امام سہمی سے امام دارقطنی کے یہی الفاظ نقل کیے ہیں۔ تنزیہ الشریعة (۱/۲۷۱)، العلل المتناھیة، باب

الکفالةبرزق المتفقه بحواله تذکرةالراشدبردتبصرة الناقد (ص۳۶۴)
از: علامہ عبدالحی لکھنوی ؒ۔

البتہ امام سہمی ؒ کی کتاب "سوالات السہمی للدارقطنی" کے مطبوعہ نسخے میں امام دارقطنی ؒ کی عبارت یوں ہے: لاولارؤیته، لم یلحق ابوحنیفةاحدامن الصحابة۔

زبیر علی زئی غیر مقلد نے امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کی دشمنی میں امام سیوطی ؒ کے نقل کردہ قول کو محرف ومبدل قرار دے کر اس کے مقابلے میں امام سہمی ؒ کی کتاب والے حوالے کو ترجیح دیتے ہوئے لکھا ہے:

یہ تحریف شدہ متن اصل مستند کتابوں کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ (الحدیث: ۱۷/۱۹)

دیکھا آپ نے کہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے امام اعظم ؒ کے خلاف کیسا اصول وضع کیا کہ امام سیوطی ؒ کے حوالے کو اصل ماخذ کے بالمقابل ہونے کی وجہ سے مردود قرار دے دیا، لیکن یہاں وہ اپنے اس وضع کردہ اصول کے برعکس اصل ماخذ (المستدرك للحاکم) کے مقابلے میں اس سے منقول کتاب (السنن الکبری للبیہقی) کو ترجیح دے رہے ہیں۔

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ثانیاً: اگر تسلیم بھی کرلیا جائے کہ مذکورہ روایت کی سند میں الحسن بن الفضل کی بجائے الحسین بن الفضل ہی صحیح ہے، اور "المستدرك للحاکم" کے مطبوعہ نسخوں میں الحسن بن الفضل غلط چھپ گیا ہے، تو پھر بھی علامہ نیموی ؒ کو مورد الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ کیونکہ "المستدرك للحاکم" کے مطبوعہ نسخوں میں اس کی سند جیسے طبع تھی انہوں نے ویسے ہی اسے نقل کردیا، انہوں نے اپنی طرف سے تو اس میں کچھ تبدیلی نہیں کی کہ ان پر کوئی الزام عائد ہوسکے۔ باقی اگر وہ "السنن الکبری للبیہقی" کی سند کی طرف متوجہ نہیں ہوسکے تو یہ کوئی موجب عیب نہیں ہے۔ اس لئے کہ علم محیط کلی صرف خاصہ خداوندی ہے۔ خود غیر مقلدین کے مایہ ناز محقق مولانا شمس الحق عظیم آبادی ؒ نے بھی مذکورہ روایت کو "المستدرك" سے بالسند ذکر کیا ہے، اور اس سند میں علامہ نیموی ؒ کی طرح انہوں نے بھی الحسن بن الفضل ہی نقل

کیا ہے، اور انہوں نے بھی "السنن الکبری" کی سند کی طرف کوئی توجہ نہیں دی، حالانکہ اس روایت سے متصل پہلے انہوں نے "سنن البیہقی" سے دو روایتیں بھی نقل کی ہیں۔ (دیکھئے التعلیق المغنی: ۳۰/۲)

لہٰذا زبیر علی زئی غیر مقلد کو چاہیے کہ وہ علامہ نیموی ؒ پر یہ الزام عائد کرنے سے پہلے اپنے اس محقق پر یہ الزام عائد کریں۔ دیدہ باید۔

حسن الحدیث راویوں کی احادیث کوضعیف کہنے کا الزام

زبیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیموی رحمہ اللہ پر یہ بھی الزام لگایا ہے کہ:

نیموی صاحب نے ایک اصول بنایا ہے کہ مختلف فیہ راوی کی روایت حسن کے درجے سے نہیں گرتی۔ دیکھئے آثار السنن (ص ۱۰۱، حاشیہ حدیث: ۲۱۸)

دوسری طرف انہوں نے بہت سی ایسی احادیث کوضعیف قرار دیا ہے جن کے راوی مختلف فیہ ہیں، اور جمہور کے نزدیک ثقہ صدوق ہیں، مثلاً کامل بن العلاء ابوالعلاء، محمد بن اسحاق بن یسار، اسامہ بن زید اللیثی اور عبیداللہ بن عمرو الرقی وغیرہم۔ (الحدیث: ۵۱/۳۴، ۳۵)

جواب: زبیر علی زئی غیر مقلد نے اپنی عادت کے مطابق یہاں بھی دجل وتلبیس کا مظاہرہ کرتے ہوئے علامہ نیموی رحمہ اللہ کے کلام کو غلط رنگ دے کر پیش کیا ہے کہ انہوں نے یہ اصول کہ مختلف فیہ راوی کی روایت درجہ حسن سے نہیں گرتی، ایسے مختلف فیہ راوی کے بارے میں بیان کیا ہے جو بعض ائمہ کے نزدیک ثقہ اور بعض ائمہ کے نزدیک ضعیف ہے، حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ تو یہ اصول ان راویوں کے بارے میں بیان کر رہے ہیں جو دیگر محدثین کے نزدیک تو ثقہ ہیں، لیکن صرف کسی ایک محدث کے نزدیک مختلف فیہ ہیں، کہ اس سے ان کے بارے میں توثیق وتضعیف دونوں مروی ہیں، چنانچہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیموی رحمہ اللہ کا جو حوالہ دیا ہے وہ ابو اسمعیل مؤدب کے بارے میں ہے۔ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ان کے متعلق متعدد ائمہ سے توثیق نقل کی ہے، اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام ابن معین رحمہ اللہ سے ان کے بارے میں توثیق اور تضعیف دونوں منقول ہیں۔

اس کے بعد علامہ نیموی رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں:

فثبت بهذا الاقوال ان ابا اسماعيل المؤدب وثقه غير واحد ولم يضعفه احد الا ابن معين وهو مختلف فيه ضعفه مرة وقواه

مرة، فالحاصل ان احاديث مثل ذالك الراوى لاتنزل عن درجة الحسان۔ (التعلیق الحسن، ص ۱۰۱)

ان اقوال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ابو اسمعیل مؤدب رحمہ اللہ کو متعدد ائمہ نے ثقہ قرار دیا ہے، اور کسی امام نے ان کی تضعیف نہیں کی، سوائے امام ابن معین رحمہ اللہ کے، اور ان کی رائے بھی ان کے بارے میں مختلف ہے، کبھی وہ ان کو ضعیف کہتے ہیں اور کبھی وہ ان کو قوی قرار دیتے ہیں۔۔ پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسے راوی کی روایت درجہ حسن سے کم نہیں ہو سکتی۔

اس عبارت سے یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ اس راوی کی روایت کو حسن قرار نہیں دے رہے جو بعض ائمہ کے نزدیک ثقہ اور بعض کے نزدیک ضعیف ہو، بلکہ علامہ موصوف یہ اصول اس راوی سے متعلق بیان کر رہے ہیں جو دیگر ائمہ کے نزدیک تو ثقہ ہے، لیکن صرف ایک امام کے ہاں مختلف فیہ ہے کہ اس امام سے اس کے بارے میں مختلف آراء (توثیق وتضعیف دونوں) منقول ہیں، لیکن زبیر علی زئی غیر مقلد کی ایمانداری کو داد دیجیے کہ وہ اپنے مطلب کے لئے علامہ نیموی رحمہ اللہ کی ایک سیدھی سی بات کو بھی کس طرح غلط رنگ میں پیش کر رہے ہیں؟

ع بریں عقل و دانش بباید گریست

اس تفصیل کے بعد ہم ان راویوں (کامل بن علاء، محمد بن اسحاق، اسامہ بن زید لیثی، اور عبیداللہ بن عمرو رقی) کا جائزہ لیتے ہیں کہ جن کی وجہ سے زبیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیموی رحمہ اللہ پر یہ الزام لگایا ہے کہ انہوں نے ایسے مختلف فیہ اور جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق راویوں کی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔ ان چار راویوں میں سے محمد بن اسحاق سے متعلق تو علامہ نیموی رحمہ اللہ کا موقف تفصیل سے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اور وہاں یہ بھی گزرا ہے کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ کی طرح کئی چوٹی کے علمائے غیر مقلدین اور خود زبیر علی زئی غیر مقلد کا موقف بھی یہ ہے کہ ابن اسحاق احکام سے متعلق احادیث کو بیان کرنے میں جب منفرد ہو تو اس کی روایت حجت نہیں۔

اب ہم دیگر تین راویوں سے متعلق تحقیقی جائزہ پیش کرتے ہیں:

(۱) کامل بن علاء:

علامہ نیموی رحمہ اللہ نے کامل بن علاء کی جس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اس میں یہ منفرد

ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام دارقطنی رحمہ اللہ اور امام طبرانی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔
نیز حافظ موصوف نے اس کی مذکورہ روایت کے متعلق لکھا ہے:

فالمنفرد به کامل وهو مختلف في توثيقه۔ (نتائج الافکار: ۱۲۳/۲)

اس روایت کے ساتھ کامل متفرد ہے، اور اس کی توثیق میں اختلاف ہے۔
علامہ شوکانی رحمہ اللہ غیر مقلد اس کی حدیث (جس پر علامہ نیموی رحمہ اللہ نے نقد کیا ہے) ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وفي اسناده كامل ابو العلاء التميمي السعدي الكوفي وثقه يحيىٰ بن معين وتكلم فيه غيره۔ (نیل الاوطار: ۳۱۵/۱)

اس حدیث کی سند میں کامل ابو علاء تمیمی سعدی کوفی رحمہ اللہ ہے جس کی امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے توثیق کی ہے، جب کہ دیگر محدثین نے اس میں کلام کیا ہے۔
اس کی تضعیف کرنے والوں میں امام محمد بن سعد رحمہ اللہ بھی ہیں، چنانچہ وہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

وكان قليل الحديث وليس بذاك (الطبقات الكبرىٰ: ۳۵۶/۳)

یہ قلیل الحدیث ہے، اور کچھ (قوی) نہیں ہے۔
امام ابن حبان رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

كان ممن يقلب الاسانيد ويرفع المراسيل من حيث لايدري، فبطل الاحتجاج باخباره۔ (تهذيب التهذيب: ۵۷۶/۴)

یہ ان راویوں میں سے ہے جو اسناد کو الٹ پلٹ دیتے ہیں، اور مرسل احادیث کو مرفوع بنا کر پیش کرتے ہیں، اور ان کو پتا بھی نہیں چلتا۔ لہٰذا ایسے راوی کی احادیث سے حجت پکڑنا باطل ہے۔
امام محمد بن طاہر القیسرانی المقدسی رحمہ اللہ اس کی ایک روایت کو ضعیف قرار دیتے ہوئے

لکھتے ہیں:

وكامل هذا يروي المناكير عن الثقات، ولم يذكره المتقدمون، وذكره ابن عدي وابن حبان في الضعفاء۔ (تذكرة الحفاظ، اطراف احاديث المجروحين لابن حبان، ص ۷۹، ۸۰)

یہ کامل بن ابی العلاء ثقہ راویوں سے منکر احادیث روایت کرتا ہے، اس کو متقدمین نے ذکر نہیں کیا، البتہ امام ابن عدی رحمہ اللہ اور امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اس کو ضعیف راویوں میں ذکر کیا ہے۔
حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس کو ضعیف اور متروک راویوں میں ذکر کیا ہے۔ (کتاب الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی رحمہ اللہ: ۲۱/۲، دیوان الضعفاء والمتروکین للذہبی رحمہ اللہ: ۲۵۸/۲)
امام عقیلی رحمہ اللہ بھی اس کو ضعفاء میں ذکر کرتے ہیں۔ (کتاب الضعفاء للعقیلی: ۱۵۶۱)
امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس کی روایت کردہ چند احادیث (جن میں وہ حدیث بھی ہے جس پر علامہ نیموی رحمہ اللہ نے نقد کیا ہے) ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

رأيت في بعض رواياته اشياء انكرتها ومع هذا ارجو انه لا بأس به۔ (میزان الاعتدال: ۳۰۰/۳، تهذيب التهذيب: ۵۷۶/۴)

میں نے اس کی بعض ایسی روایات دیکھی ہیں جن کو میں منکر سمجھتا ہوں، اور اس کے باوجود مجھے امید ہے کہ وہ "لا بأس بہ" ہے۔
شیخ البانی رحمہ اللہ غیر مقلد نے تصریح کی ہے کہ:

ان قول ابن عدي "ارجو انه لا بأس به" ليس نصا في التوثيق۔ (سلسلة الاحاديث الضعيفة: ۱۱۲/۳، ح ۱۰۳۱)

امام ابن عدی رحمہ اللہ کا قول: "ارجو انه لا بأس به" توثیق میں صریح نہیں

ہے۔

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

"اَرْجُوْاَنَّهٗ لَابَاْسَ بِهٖ، یُکْتَبُ حَدِیْثُهٗ، یُعْتَبَرُبِهٖ" ایسے الفاظ ہیں کہ ان کے حاملین کی روایت قابل احتجاج نہیں ہو سکتی۔ (توضیح الکلام: ۱/۱۳۲)

اس سے معلوم ہوا کہ امام ابن عدی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی "کامل بن علاء" کی روایات قابل احتجاج نہیں ہیں۔ بالخصوص اس کی مذکورہ روایت کہ جس کو ابن عدی رحمہ اللہ نے منکر قرار دیا ہے۔

نیز حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (جن کی "تقریب التھذیب" سے متعلق زبیر علی زئی غیر مقلد کا بیان گزر چکا ہے کہ اس میں "اَعْدَلُ الْاَقْوَال" (سب سے زیادہ انصاف والا قول) ذکر کیا جاتا ہے) نے کامل بن علاء کے بارے میں یہ فیصلہ دیا ہے کہ:

صدوق یخطئی۔ (تقریب التھذیب: ۲/۳۷) یہ سچا ہے، لیکن خطا کار (غلطیاں کرنے والا) ہے۔

زبیر علی زئی غیر مقلد نے "صدوق یخطئی" کو اقوال جرح میں شمار کیا ہے۔ (القول المتین: ص۳۹) اور یہ بھی اقرار کیا ہے کہ کتنے ہی سچے اشخاص حافظے کی وجہ سے ضعیف تھے۔ (نور العینین: ص۱۹۱)

بنابریں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا کامل بن علاء کو سچا سمجھنے کے باوجود اس کو خطا کار قرار دینا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ان کے نزدیک برے حافظے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "سنن الدار قطنی" کی ایک حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

وفی اسنادہ کامل ابو العلاء و فیہ ضعف۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۹/۳۰۷)

اس حدیث کی سند میں کامل ابو العلاء ہے، اور اس میں ضعف (کمزوری) ہے۔

پس جب ثابت ہو گیا کہ کامل بن علاء کی شخصیت کچھ زیادہ قابل اعتماد نہیں ہے، تو اب ہم اس کی روایت کردہ حدیث سے متعلق علامہ نیموی رحمہ اللہ کا موقف ملاحظہ کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ موصوف نے اس کی روایت کو ضعیف قرار دینے کے بعد اس کے حاشیے میں اس کے ضعف کی تین

وجوہات بیان کی ہیں:

(۱) کامل بن علاء متکلم فیہ ہے۔ (۲) بعض راویوں نے اس حدیث کو مسند کی بجائے مرسل بیان کیا ہے۔ (۳) اس حدیث کے متن میں بھی اضطراب ہے۔ (التعلیق الحسن: ص۲۳۳،۲۳۴)

زبیر علی زئی غیر مقلد خود ہی از روئے انصاف (بشرطیکہ ان میں یہ ہو) بتلائیں کہ علامہ نیموی رحمہ اللہ نے ان سب خرابیوں کے باوجود اگر اس حدیث کو ضعیف کہا ہے، تو انہوں نے اصول حدیث کی کون سی خلاف ورزی کی ہے کہ آپ ان کو نشانہ تنقید بنا رہے ہیں؟

﴿۲﴾ اسامہ بن زید لیثی رَحِمَهُ اللّٰهُ:

اس کو خود اکابرین غیر مقلدین بھی سخت ضعیف کہتے ہیں، چنانچہ علامہ ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ (جن کو غیر مقلدین اپنا پیشوا قرار دیتے ہیں) اس کے بارے میں رقمطراز ہیں:

اسامۃ بن زید ھذا ضعیف لایحتج بحدیثہ، متفق علی انہ کذلک۔ (الاحکام فی اصول الاحکام: ۵/ ۱۴۹)

اسامہ بن زید ضعیف ہے، اور اس کی حدیث کے قابل حجت نہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

وھو ضعیف جداً۔ (المحلی: ۸/۱۳)

وہ بہت زیادہ ضعیف ہے۔

اسی طرح علامہ ابن حزم نے اس کو دیگر کئی مقامات پر بھی ضعیف قرار دیا ہے۔ (دیکھئے المحلی: ۸/۱۵۷، ۹/۲۳۶، ۱۰/۳۶)

اسامہ بن زید کی اگرچہ بعض محدثین نے توثیق بھی کی ہے، لیکن کئی محدثین نے اس کو حافظے کے اعتبار سے ضعیف قرار دیا ہے، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ بھی اس کو "سیئی الحفظ" (برے حافظے والا) قرار دیتے ہیں۔ (فتح الباری: ۲/۴۹۲)

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ نے اس کو غیر حافظ، جب کہ حافظ بوصیری رحمہ اللہ نے اس کو حفظ اور ضبط کے اعتبار سے کمزور قرار دیا ہے۔ (فتح الباری لابن رجب رحمہ اللہ: ۳/۵۹۹، زوائد

ابن ماجہ: ص۱۲۶ للبوصیری رحمہ اللہ)

اسی طرح شیخ البانی (جو زبیر علی زئی غیر مقلد کی تصریح کے مطابق: محدث العصر اور امام المحدثین تھے۔ حاشیہ عبادات میں بدعات: ص۱۲۸) بھی اس کو کمزور حافظے کی وجہ سے ضعیف کہتے ہیں، چنانچہ وہ اس کی ایک روایت کو ضعیف قرار دینے کے بعد لکھتے ہیں:

اسامة بن زيد في حفظه ضعف۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ: ۱/ ۱۳۷، ح۲۹۸)

اسامہ بن زید کے حافظے میں کمزوری ہے۔

نیز البانی رحمہ اللہ نے ایک دوسری جگہ بھی اس کو حافظے کے اعتبار سے کمزور قرار دینے کے بعد لکھا ہے:

نتوقف عن الاحتجاج بما تفرد به۔ (سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۳۵۵)

ہم اس کی ہر اس حدیث سے احتجاج کرنے سے توقف کرتے ہیں جس میں وہ متفرد ہے۔

جب کہ خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے ایسے ہی ایک راوی کے متعلق یہ فیصلہ صادر کیا ہے کہ:

جن لوگوں نے اس کی توثیق کی ہے وہ اس کی ذات کے لحاظ سے ہے، یعنی ذاتی طور پر وہ سچا شخص تھا، مگر برے حافظے اور کثرت اوہام کی وجہ سے ضعیف ٹھہرا۔

(نور العینین: ص۸۰)

نیز علی زئی نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ:

سیئی الحفظ وغیرہ راوی کی منفرد حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ (ایضاً: ص۵۹)

کیا یہاں اسامہ بن زید (جس کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ نے سیئی الحفظ قرار دیا ہے) کے بارے میں بھی ہم زبیر علی زئی غیر مقلد سے ایسے ہی فیصلے کی توقع رکھ سکتے ہیں؟ دیدہ باید۔

علاوہ ازیں علامہ نیموی رحمہ اللہ نے اسامہ بن زید کی روایت (جو فجر کو اندھیرے میں پڑھنے کے استحباب میں ہے) کے ضعف کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی ہے کہ اگر ہم اس کو ثقہ بھی تسلیم کر لیں تو چونکہ اس نے امام زہری رحمہ اللہ سے اس حدیث میں ایسے زائد کلمات نقل کیے ہیں جن

کو امام زہری کے دیگر تلامذہ نے اس حدیث کو ان سے روایت کرتے وقت نقل نہیں کیا۔ اور ثقہ راوی جب کسی بات کو نقل کرنے میں دیگر ثقہ راویوں کی مخالفت کرے تو پھر اس کی زیادت کو قبول نہیں کیا جاتا اور اس زیادت کو غیر محفوظ سمجھا جاتا ہے۔ (التعلیق الحسن: ص۹۷)

امام دار قطنی رحمہ اللہ اور علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ وغیرہ محدثین نے بھی اسامہ بن زید کی اس روایت کو امام زہری رحمہ اللہ کے دیگر تلامذہ کی روایات کے مخالف قرار دیتے ہوئے اس کی اس زیادت کو مرجوح اور وہم قرار دیا ہے۔ (فتح الباری شرح صحیح البخاری: ۳/۱۰، لابن رجب)

اور یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ خود علمائے غیر مقلدین بھی ثقہ کی زیادت کو تسلیم نہیں کرتے، چنانچہ غیر مقلدین کے استاذ العلماء مولانا محمد گوندلوی صاحب رحمہ اللہ ارقام فرماتے ہیں:

باقی رہا زیادتی ثقہ کا قبول وعدم قبول، سو ثقہ کی زیادتی مطلقاً قبول نہیں ہوتی، کسی جگہ ہوتی ہے اور کسی جگہ نہیں۔ کیونکہ ثقہ غلطی کر جاتا ہے: "ان الثقة قد يغلط" (ثقہ غلطی کر سکتا ہے) مشہور مقولہ ہے۔ (التحقیق الراسخ: ص۱۳۲)

نیز گوندلوی صاحب نے علامہ ابن عبد البر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ:

ثقہ کی زیادتی اس وقت قبول ہوتی ہے جب ثقہ "اَحْفَظ" (بلند پایہ حافظ الحدیث) اور "اَتْقَن" (انتہائی پختہ کار) ہو۔ (ایضاً: ص۱۴)

مشہور غیر مقلد مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

صحیح قول یہ ہے کہ ثقہ کی زیادتی مطلقاً قبول نہیں بلکہ اس کا مدار قرائن پر ہے، اور قبولیت میں شرط اول یہ ہے کہ زیادت کرنے والا "اَحْفَظ" و "اَتْقَن" ہو۔ (توضیح الکلام: ص۲/۲۶۱)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے راقم الحروف کی کتاب "رکعات تراویح ایک تحقیقی جائزہ"، ص۲۳۱، ۲۳۲)

اس سے معلوم ہوا کہ خود غیر مقلدین کے نزدیک بھی ثقہ راوی کی زیادتی اس وقت قابل قبول ہوگی جب وہ "اَحْفَظ" اور "اَتْقَن" ہو۔ اب اگر اسامہ بن زید کو ثقہ بھی تسلیم کر لیا جائے تو پھر بھی یہ بات تو حتمی ہے کہ وہ "اَحْفَظ" اور "اَتْقَن" نہیں ہے۔

لہذا علامہ نیمویؒ کا اس کی زیادت کو غیر محفوظ قرار دینا خود غیر مقلدین کے مسلمات کی روشنی میں بھی درست ہے، اور زبیر علی زئی غیر مقلد کا ان پر اعتراض باطل ہے۔

﴿۳﴾ عبید اللہ بن عمر رقی رحمۃ اللہ:

علامہ نیموی نے اس کی تضعیف نہیں کی، بلکہ اس کو ثقہ قرار دیا ہے، البتہ اس کی روایت کو دیگر ثقات کی روایات کے مخالف ہونے کی وجہ سے غیر محفوظ کہا ہے۔

چنانچہ علامہ موصوف نے لکھا ہے کہ عبید اللہ بن عمر رقی نے (فاتحہ خلف الامام سے متعلق) یہ حدیث ایوب سختیانیؒ کے واسطہ سے حضرت انسؓ سے متصلا روایت کی ہے، جب کہ ایوب کے دیگر تلامذہ (حمادؒ، وہیبؒ اور اسمٰعیل بن علیہؒ وغیرہ حفاظ حدیث) اس حدیث کو (بلا واسطہ حضرت انسؓ) مرسل روایت کرتے ہیں۔

اور پھر آخر میں لکھتے ہیں:

فالحاصل ان طریق ابی قلابۃ عن انسؓ لم یأت بھا غیر عبید اللہ الرقی وھو وان کان ثقۃ لکنہ ربما وھم کما فی التقریب، وخالفہ غیر واحد من الحفاظ فثبت ان ما زعمہ ابن حبان لیس بصواب بل الحق ما قالہ البیہقی۔ (تعلیق التعلیق۔ ص۱۰۲، تحت حدیث ۳۵۵)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ "ابو قلابہ عن انسؓ" کا جو طریق ہے اس کو عبید اللہ رقیؒ کے علاوہ کسی اور راوی نے روایت نہیں کیا ہے، اور عبید اللہ رقی اگرچہ ثقہ ہے، لیکن بسا اوقات وہم کا شکار ہو جاتا ہے جیسا کہ "تقریب التہذیب" (۱/۶۳۷) میں ہے، اور کئی حفاظ حدیث نے اس کی مخالفت کی ہے۔

پس ثابت ہو گیا کہ امام ابن حبانؒ کا یہ گمان (کہ یہ حدیث محفوظ ہے) درست نہیں ہے، بلکہ امام بیہقیؒ نے جو (اس کو غیر محفوظ) کہا ہے وہ حق ہے۔

اس سے واضح ہو گیا علامہ نیمویؒ، عبید اللہ رقیؒ کی روایت کو اس کے ذاتی ضعف کی وجہ سے غیر محفوظ نہیں کہہ رہے، بلکہ اس نے دیگر ثقہ راویوں کی جو مخالفت کی ہے اس وجہ سے وہ اس کی روایت کو غیر محفوظ قرار دے رہے ہیں۔ اور خود زبیر علی زئی غیر مقلد نے لکھا ہے کہ:

حدیث شاذ کے بالمقابل حدیث کو محفوظ کہا جاتا ہے، لہذا غیر محفوظ کا مطلب شاذ ہے۔ (الحدیث: ۴۷/۱۶)

نیز لکھتے ہیں:

امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ شاذ اس روایت کو کہتے ہیں جو ثقہ راوی ثقہ لوگوں کے خلاف بیان کرے۔ (ایضا بحوالہ آداب الشافعی ومناقبہ لابن ابی حاتم وغیرہ)

پس جب خود زبیر علی زئی غیر مقلد یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ ثقہ راوی جب دیگر ثقات کی مخالفت کرے تو اس کی روایت غیر محفوظ اور شاذ قرار پائے گی، تو اب اگر علامہ نیمویؒ نے عبید اللہ رقیؒ کی روایت کو دیگر ثقات کی روایات کے مخالف ہونے کی وجہ سے غیر محفوظ کہہ دیا ہے تو پھر زبیر علی زئی غیر مقلد ان پر اعتراض کیوں کر رہے ہیں۔؟ اور پھر علامہ نیمویؒ اپنے اس موقف میں منفرد بھی نہیں ہیں، بلکہ امام دارقطنیؒ جیسے محدث کی بھی ان کو تائید حاصل ہے، چنانچہ امام موصوف نے بھی عبید اللہ عمر رقیؒ کی مسند روایت کے مقابلے میں اسماعیل بن علیہ، سفیان بن عیینہؒ اور حماد بن زید کی ایوب سختیانیؒ سے نقل کردہ مرسل روایت کو ترجیح دی ہے، اور تصریح کی ہے کہ:

وھو صحیح من روایۃ ایوب. (کتاب العلل: ۶/۳۳۷، ح۲۶۶۳)

کہ ایوب سختیانیؒ سے نقل کردہ یہی روایت صحیح ہے۔

لہذا زبیر علی زئی کو چاہیے کہ وہ علامہ نیمویؒ پر اعتراض کرنے سے پہلے یہی اعتراض امام دارقطنیؒ پر کریں۔ دیدہ باید۔

الحاصل:

زبیر علی زئی غیر مقلد کا علامہ نیموی صاحبؒ پر یہ الزام بھی کہ انہوں نے جمہور کے نزدیک ثقہ راویوں کی روایات کو ضعیف کہا ہے، ان کے دیگر الزامات کی طرح باطل ہے۔

صیاد اپنے ہی دام میں

زبیر علی زئی غیر مقلد نے علامہ نیموی رحمہ اللہ پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ انہوں نے کئی جگہوں پر حوالے نقل کرنے میں غلطیاں کی ہیں۔ مثلاً ایک حدیث "صحیح بخاری" میں نہیں ہے، لیکن نیموی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ حدیث "صحیح بخاری" میں موجود ہے۔

لیکن پھر زبیر علی زئی غیر مقلد نے خود ہی علامہ نیموی رحمہ اللہ کی طرف سے یہ عذر پیش کر دیا کہ ایسی خطاء، اوہام اور سہو کی وجہ سے فریق مخالف کو کذاب وغیرہ کہنا غلط، زیادتی اور ظلم ہے کیونکہ اخطاء و اوہام سے کوئی امتی معصوم نہیں ہے۔ (الحدیث: ۵۱/۳۵)

ہمارا علی زئی سے سوال یہ ہے کہ جب آپ خود یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ ایسی غلطیوں سے کوئی امتی معصوم نہیں ہے تو پھر آپ کا علامہ نیموی رحمہ اللہ پر اس بارے میں اعتراض کرنا چہ معنیٰ دارد؟

نیز یہاں زبیر علی زئی غیر مقلد نے یہ تسلیم کیا ہے کہ ایسی غلطیوں سے کوئی معصوم نہیں ہو سکتا لیکن دیگر کئی مضامین میں موصوف ایسی غلطیوں پر اپنے مخالفین کو انتہائی نازیبا الفاظ سے کوستے رہے ہیں، اور ان اغلاط کو ان کے اکاذیب سے تعبیر کرتے آئے ہیں۔ مثلاً حضرت مولانا حبیب اللہ ڈیروی صاحب رحمہ اللہ نے امام شعبہ رحمہ اللہ کی روایت کردہ ایک حدیث کو "صحیح ابی عوانۃ" کی طرف منسوب کیا تو زبیر علی زئی غیر مقلد نے ان کے رد میں لکھا ہے:

> عرض ہے کہ شعبہ عن قتادہ...... والی روایت جس میں سجدوں میں رفع یدین کا ذکر آیا ہے، مسند ابی عوانہ میں اس متن کے ساتھ موجود نہیں ہے۔
> (مثلاً دیکھئے مسند ابی عوانہ، ج۲، ص۹۴، ص۹۵)

لہٰذا اس بیان میں ڈیروی صاحب نے "مسند ابی عوانہ" پر صریح جھوٹ بولا ہے۔ (الحدیث: ۲۷/۲۹)

اسی طرح مولانا محمد الیاس فیصل صاحب زید مجدہٗ نے درود ابراہیمی کو نقل کرتے ہوئے دیگر کتب حدیث کے ساتھ "صحیح مسلم" کا حوالہ بھی دے دیا، تو زبیر علی زئی غیر مقلد ان کے رد میں لکھتے ہیں:

> درج بالا درود ابراہیمی کے بارے میں محمد الیاس فیصل دیوبندی تقلیدی نے نماز پیغمبر، ص۱۹۸ اور چالیس حدیثیں (ص۲۱م۲۲، ص۲۵) میں غلطی سے صحیح مسلم (ح۴۰۵، ۹) کا حوالہ دے دیا ہے، حالانکہ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ "صحیح مسلم" میں مطلقاً موجود نہیں ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث کو جان بوجھ کر "صحیح مسلم" سے منسوب کر دینا محمد الیاس صاحب کی حدیث میں قلیل البضاعتی اور ضعیف ہونے کی دلیل ہے۔ (ہدیۃ المسلمین، ص۴۲)

حالانکہ یہاں زبیر علی زئی غیر مقلد نے خود حوالہ غلط دیا ہے، اس لیے کہ مولانا الیاس فیصل کی کتاب کا نام "نماز پیمبر ﷺ" ہے نہ کہ "نماز پیغمبر ﷺ"۔ اب علی زئی کا اپنے بارے میں کیا خیال ہے؟

نیز زبیر علی زئی غیر مقلد نے پہلے یہ کہا کہ الیاس صاحب نے "صحیح مسلم" کا حوالہ غلطی سے دے دیا ہے، لیکن اس کے معاً بعد ان پر یہ الزام لگا دیا کہ انہوں نے "صحیح مسلم" کا حوالہ جان بوجھ کر دیا ہے۔ اب ان دونوں باتوں میں سے ان کی کونسی بات سچی ہے؟

اور پھر زبیر علی زئی غیر مقلد علامہ نیموی رحمہ اللہ کے خلاف اپنے اس مضمون میں جب یہ تسلیم کر رہے ہیں کہ حوالہ دینے میں غلطی لگ جانے سے کوئی امتی معصوم نہیں ہے، اور ایسی غلطی کی وجہ سے فریق مخالف کو کذاب وغیرہ کہنا غلط، زیادتی اور ظلم ہے۔ لیکن خود ہی وہ یہاں ایسی غلطی پر علامہ حبیب اللہ ڈیروی رحمہ اللہ پر کذب بیانی، اور مولانا الیاس فیصل پر حدیث میں قلیل البضاعتی اور ضعیف ہونے کا الزام لگا کر اپنے بارے میں یہ ثابت کر رہے ہیں کہ وہ بقلم خود ظالم ہیں، اور ایک غلط کام اور زیادتی کے مرتکب ہوئے ہیں۔

ع لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

قارئین:

آپ نے اس تفصیل میں ملاحظہ کر لیا کہ زبیر علی زئی غیر مقلد نے اپنے مضمون:

''نیموی صاحب کی کتاب ''آثار السنن'' پر ایک نظر''

میں علامہ نیموی رحمہ اللہ پر جتنے الزامات لگائے ہیں وہ سب بے جان ہیں، اور انہوں نے علامہ موصوف کے خلاف جو کچھ لکھا ہے وہ سب محض ان کی عصبیت، جہالت اور جنونیت کا شاخسانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ الہ

واصحابہ واتباعہ اجمعین۔ برحمتك یاارحم الراحمین۔

۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ/ ۱۶ مئی ۲۰۰۹ء بروز ہفتہ

بمقام جیلنگھم کینٹ برطانیہ